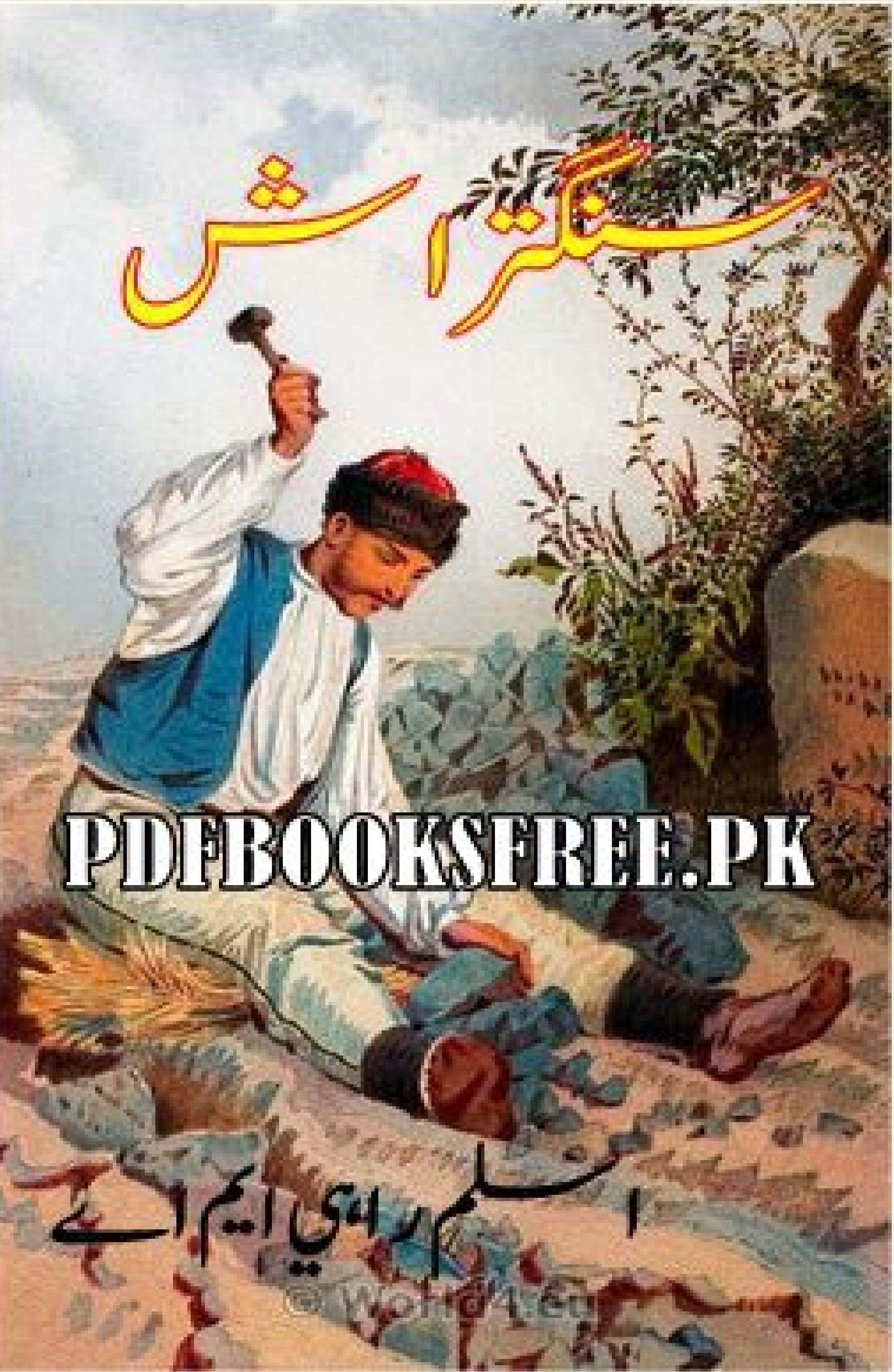
سنگتراش
PDFBOOKSFREE.PK
اسلم راہی ایم اے

سنگتراش

PDFBOOKSFREE.PK

اسلم راہی ایم۔اے

☆

upload by salimsalkhan

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

دریائے مرغاب کے کنارے کنارے ایک سوار اپنے گھوڑے کو اس شاہراہ پر سرپٹ دوڑا رہا تھا جو نیشا پور اور طوس شہروں کی طرف سے آتی ہوئی شمال میں مرو شہر کے پاس سے گزر کر دریائے آموں کو پار کر کے بخارا اور سمرقند کی طرف چلی گئی تھی۔

وہ سوار پوری طرح مسلح تھا۔ اس کے سر پہ آہنی خود اور جسم پر مضبوط کڑیوں کی زرہ چمک رہی تھی۔ اس کے بازوؤں پر آہنی خوشن اور کندھوں پہ فولادی خول تھے۔ دریائے مرغاب کے کنارے کنارے اپنے گھوڑے کو آندھی اور طوفان کی طرح بھگاتے بھگاتے اس سوار نے ایک دم اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ کر اسے رک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

اس کا گھوڑا اس اچانک روکنے پہ بُری طرح سیخ پا ہوا اور اپنی دونوں اگلی ٹانگیں اُٹھا کر بُری طرح ہنہناتے ہوئے احتجاج کیا۔ وہ سوار چھلانگ لگا کر نیچے اُترا۔ اپنی پیٹھ پر بندھا تیروں سے بھرا ترکش درست کیا، اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالی اور دریا کے کنارے اس طرف بڑھا جہاں کوئی خون میں لت پت پڑا ہوا تھا۔

وہ جوان اپنا گھٹنا ریت پہ ٹیک کر وہاں بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا وہ کوئی ادھیڑ عمر کا شخص تھا جو بُری طرح زخمی تھا۔ اس کے زخموں سے ابھی تک خون رِس رہا تھا اور وہ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس جوان نے بھاگ کر اپنے گھوڑے کی خرجین سے پٹیاں نکالیں اور اس بوڑھے کو بچانے کی خاطر اس نے زخموں پر کس کر پٹیاں باندھ دیں تاکہ خون نکلنا بند ہو جائے پھر اس نے دریائے مرغاب سے پانی لے کر اس کے منہ پر چھینٹے دینے شروع کر دیئے تھے۔

بوڑھے نے آنکھیں کھولیں اور حیرت و استعجاب سے اس نے اس جوان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کس جگہ سے آئے اور کس گھر کو جانا ہے؟"

اس جوان نے کہا۔ "میرا نام خلید بن حمدون ہے، میں مرو شہر کی طرف جا رہا تھا کہ آپ کو یہاں زخمی پڑا دیکھ کر رک گیا۔ میں نے آپ کے زخموں پہ پٹیاں باندھ دی ہیں اور خون رُک گیا ہے۔"

بوڑھے نے مایوسی اور ناامیدی میں کہا۔ "اب خون رُک بھی جائے تو کیا حاصل اجل اپنا کام کر چکی ہے اور میں چند گھڑیوں کا مہمان ہوں۔"

خلید بن حمدون نے بڑی نرمی اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کا نام کیا ہے؟ آپ کہاں جا رہے تھے اور کس نے آپ کو زخمی کیا۔"

اس بوڑھے نے کہا۔ "میرا نام ابی حزام ہے۔ میں مرو شہر کا رہنے والا ہوں۔ آہ! اس بدقسمت شہر پر منگولوں نے حملہ کیا انہوں نے بچوں کو ماؤں کی چھاتیوں پر قتل کیا۔ عورتوں کے پیٹ چاک کیے۔ پانی سمجھ کر مسلمانوں کا خون بہایا۔ اس شہر پر چنگیز خان کے بیٹے تولی خان نے حملہ کیا۔ اکیس دن تک محاصرہ رہا۔ جس میں چنگیز خان کے اپنے محافظ دستے کے ایک ہزار منگول مارے گئے۔

تولی بڑا مکار و فریب کار انسان تھا اس نے جب دیکھا کہ وہ مرو شہر کو فتح نہیں کر سکتا تو اس نے صلح کی گفتگو کے لیے شہر کے ایک امام کو طلب کیا۔ وہ امام اس کے لشکر میں گیا۔ اور تولی خان نے اچھا تاثر دینے کے لیے اس امام کی خوب خاطر تواضع کر کے واپس بھیج دیا۔ اس امام کے ہاتھ تولی خان نے ایک اعزازی خلعت شہر کے قلعہ دار مجیر الملک کے لیے بھیجی اور اسے پیشکش کی کہ وہ صلح کی آخری شرائط طے کرنے کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے خیمے میں آئے اور اسے خدمت کا موقع دے۔

upload by salimsalkhan

عمیر الملک تولی خان کے چکمے میں آ گیا اور اپنے دوستوں کے ساتھ وہ تولی خان کے خیمے میں گیا۔ تولی خان نے ان سے مرو کے چھ سو امیر ترین آدمیوں کی فہرست طلب کی اور عمیر الملک نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے یہ فہرست انہیں بنا دی۔ پھر تولی خان نے عمیر الملک اور اس کے ساتھیوں کو ختم کرا دیا اور اپنے چند افسروں کو مرو کے چھ سو امراء کی فہرست دے کر بھیجا کہ وہ ان سب کو بلا لائے۔

وہ افسر فہرست لے کر شہر کے دروازے پر گئے اور فہرست پہرے داروں کے حوالے کر کے کہا کہ تمہارے قلعہ دار عمیر الملک نے صلح کی گفتگو میں شمولیت کے لیے ان لوگوں کو طلب کیا ہے۔ فہرست چونکہ قلعہ دار عمیر الملک کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی لہٰذا وہ چھ سو امراء شہر سے نکل کر ان کے ساتھ ہو لیے۔

جس وقت یہ چھ سو آدمی شہر سے باہر جمع ہو رہے تھے تولی خان نے دھوکہ دہی سے کام لے کر شہر پر حملہ کر دیا اور کھلے دروازے سے اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ منگول دستے مرو کی گلیوں میں گھس گئے اور شہر کے سارے باشندوں کو اپنے اہل و عیال سمیت باہر میدان میں نکلنے کا حکم دیا۔ جب لوگ ان کے کہنے پر وہاں جمع ہو گئے تو منگولوں نے ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ وہ چھ سو امراء جن کی فہرست بنائی گئی تھی وہ بھی تہ تیغ کر دیئے گئے۔ عورتوں کو لونڈی، بچوں کو غلام بنا لیا گیا۔ صرف چھ سو ایسے کاریگروں کو رکھا جن کی منگولوں کو ضرورت تھی۔

ابی حزوم دم لینے کو رکا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ منگولوں نے مرو شہر کے مکانوں کو خوب غارت کیا اور عمارتیں گرا کر زمین کے برابر کر دیں۔ اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کر اب بھی وہاں مرو کے ویرانوں میں کئی منگول سپاہی رہتے ہیں۔ وہ ان مسلمانوں کی تلاش میں ہیں جو ابھی تک اپنے تہ خانوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ جب بھی کوئی تہ خانے سے نکلتا ہے تو منگول اسے پکڑ لیتے ہیں اور مار پیٹ کر دوسرے لوگوں کا پتہ بھی پوچھ لیتے ہیں اور ان سے سارا مال و دولت چھین لیتے ہیں۔

میں بھی اپنے گھر کے تہ خانے میں چھپا ہوا تھا۔ ہمارے گھر کے دوسرے تمام افراد مارے گئے تھے۔ صرف ہم دونوں باپ بیٹی ہی بچے تھے۔ آج میں ہمت کر کے اپنی بیٹی کے ساتھ تہ خانے سے نکل پڑا۔ ایک تو ہمارے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا۔ دوسرے میں پہلے اپنی بیٹی کو نیشاپور پہنچانا چاہتا تھا۔ وہاں میری بیٹی کا ننھیال ہے۔ اس کے بعد میں کسی ایسے مسلمان امیر کے پاس جانا چاہتا تھا جو مرو کے تہ خانوں میں چھپے ہوئے مسلمانوں کی مدد کر سکے لیکن منگول سپاہیوں کو شاید میرے فرار کی خبر ہو گئی۔

جب ہم دونوں باپ بیٹی یہاں پہنچے تو ہمارے پیچھے سے دس بارہ منگول سپاہی پہنچ گئے۔ میں نے اپنی بیٹی کی عزت بچانے کی خاطر اسے بھگا دیا اور وہ گھوڑے کو لے کر یہ ساتھ والی چٹانوں کے اندر کہیں روپوش ہو گئی۔

منگولوں نے مجھے آ پکڑا۔ انہوں نے میری بیٹی کو بھی بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے مجھے پکڑتے ہی لوٹ کھسوٹ لیا۔ میری ساری نقدی اور مال چھین لیا اور مجھ پر پے در پے تلواریں برسانے کے بعد مردہ سمجھ کر چلے گئے لیکن مجھ میں ابھی سانس اٹکی ہوئی تھی۔ وہ منگول ابھی واپس مرو کے میدانوں میں نہ گئے ہوں۔ وہ یہیں ان چٹانوں کے اندر میری بیٹی کو تلاش کر رہے ہوں گے۔

میں چند گھڑیوں کا مہمان ہوں۔ میری روح مسافر ہونے والی ہے۔ اگر ہو سکے تو میری بیٹی کی مدد کرنا۔ اسے ان وحشی اور بھیڑیا صفت منگولوں کے ہاتھوں سے بچانا۔ خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔ سنو میری بیٹی کا نام مرینہ ہے۔"

پھر بوڑھے ابی حزام نے چونکتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں۔ میں نے تمہارے معاملے میں بخل اور لالچ کیا ہے۔ منگول دس بارہ ہیں اور تم اکیلے۔ وہ ہر حال میں میری بیٹی کو تلاش کر کے اسے بے آبرو کر دیں گے۔" بد قسمتی سے وہ انتہائی حسین بھی ہے۔ اے اجنبی! تم بھاگ جاؤ اور اپنی جان بچاؤ۔ منگولوں نے تمہیں دیکھ لیا تو تمہیں قتل کر دیں گے۔

بوڑھے ابی حزام کی سانس اکھڑنے لگی۔ پھر اس نے مدھم آواز اور گہری بے بسی میں کہا۔ منگولوں نے میری قوم کو شکم گرسنگی کا شکار کر کے تشنہ جگر اور برہنہ تن بنا دیا۔ یہ شریک ابلیس اور خدا فروش قوم غول و بد روح، آسیب و چھلاوہ اور وہم و وحشت کی طرح میری قوم پر حملہ آور ہوئی۔ بستیوں کو ویران و دھول دھول اور زیر و زبر کر دیا۔ مسکان صحرا کے

بگولوں کی طرح سرگرداں ہیں۔ دور دور تک تاریکی میں کوئی ہلکی سی روشنی بھی دکھائی نہیں دیتی۔ مراکش سے مصر اور حجاز سے ملتان تک مسلمانوں پر جمود طاری ہے اور منگول میری قوم پر غم کی یلغار، عناد کی آگ، نفرت کا طوفان، دکھوں کا آسیب اور سیلِ فنا بن کر نازل ہو رہے ہیں۔ یہ ان درندہ صفت اور غلام شکم منگولوں کی جرأت مندی نہیں بلکہ فرزندانِ توحید کے اخلاقی زوال، روحانی اضمحلال اور مادی لذتوں کے باعث ہے۔ ہماری اپنی آبائی سپہ گری، قابلیت اور اپنے ماضی کی تابناکی اور درخشندگی سے بے نیازی کے باعث ہے۔ اگر ہم جامع و مربوط ہوتے، اگر ہم بیدار اور اپنے آبا کی طرح نورِ قمر، ضیائے نجوم اور شعاعِ شمس بن کر چمکتے تو پرستانِ باطل ہمارے خلاف ایسی یلغار کرنے پر ہرگز آمادہ نہ ہوتے۔"

خدائے قدوس کی قسم! اگر مغرب کا صلاح الدین اور مشرق کا محمود غزنوی آج زندہ ہوتے تو ان منگولوں کو مار مار کر ان کو صحرائے گوبی کی طرف بھگا دیتے۔ تم نے دیکھا ان دونوں بیدار رہنے والوں کے بعد منگول ہم پر کیسے ٹوٹ پڑے جیسے بھیڑیے اپنے شکار پر اور گدھیں مردار پر نازل ہوتی ہیں۔"

بوڑھے ابی حزام کی آواز مدھم ہوتی چلی گئی۔ اس کی سانس اکھڑنے لگی۔ شاید اس پر نزع کا عالم طاری ہو گیا تھا۔ پھر اس کی نحیف سی آواز سنائی دی۔ خلید بن حمدون نے غور سے سنا، وہ کہہ رہا تھا۔

"میری قوم کا سینہ دھواں دھواں ہے۔ اس کے پگھلنے کا عمل ابھی تک جاری ہے کب کوئی درویش صفت مجاہد اٹھے گا اور اللہ اکبر پکار کر ہماری آبروئے دہر، امیدِ صبح، سحر انگیزی، شعلوں کی بے تابی، شبنم کی آسودگی، تسلیم و رضا اور آہن کے رشتۂ محکم کی ابتدا کرے گا۔ کب کوئی سرفروش و سرفراز اٹھے گا جس کے آغاز اور انجام میں بھی تحیّر ہوگا اور جو حصارِ محکم بن کر اپنوں کے قلب و نظر کی تطہیر کرے گا اور اغیار کے غرور و فخر اور تعصب و گھمنڈ کو کچل دے گا۔ آہ ——

ابی حزام خاموش ہو گیا۔ اس کی گردن ڈھلک گئی۔ خلید نے تڑپ کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ وہ دم توڑ چکا تھا۔

خلید نے ابی حزام کی لاش اٹھائی اور بائیں طرف چٹانوں کی جانب چل دیا۔ اس کا گھوڑا اس کے پیچھے پیچھے آنے لگا تھا۔ چٹانوں کے قریب جا کر خلید نے کلہاڑے کے علاوہ اپنے گھوڑے کی زین سے ایسے اوزار کھولے جو سنگ تراشوں کے پاس ہوتے ہیں۔ ان اوزار کی مدد سے خلید نے گڑھا کھودا اور ابی حزام کو اس نے وہاں دفن کر دیا۔

جب وہ اپنے سنگ تراشی کے اوزار اور کلہاڑا زین سے باندھنے کے بعد اپنے گھوڑے پر بیٹھنے لگا تو چونک گیا۔ سامنے چٹانوں کی طرف سے دس بارہ منگول وحشیانہ انداز میں اپنے گھوڑے بھگاتے آ رہے تھے۔ ان کا رخ اس کی طرف تھا۔

خلید نے ایک نگاہ میں ہی حالات کا جائزہ لے لیا تھا۔ گھوڑے کی زین سے لٹکتی ہوئی اس نے اپنی کمان سنبھالی اور بھاگ کر ایک چٹان کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا۔ اپنی پیٹھ پر بندھے ہوئے ترکش سے اس نے کئی تیر نکال کر اپنے پہلو میں رکھ لیے تھے۔

جب منگول اس کی زد میں آئے تو اس نے طوفانی انداز میں ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے تھے۔ اس کا ایک تیر بھی ضائع نہ گیا اور چھ منگولوں کو اس نے چھید کر رکھ دیا تھا جو اپنے گھوڑوں سے گر گئے تھے اور آہ و واویلا کرتے ہوئے زمین پر لوٹنے لگے تھے۔

باقی بچنے والے چھ منگول فی الفور اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے اور اپنی ڈھالیں اپنے سامنے رکھ کر وہ خلید کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

خلید فوراً چٹان کے پیچھے زمین پر لیٹ گیا پھر وہ گھٹنوں اور کہنیوں کے بل سانپ کی طرح چلتا ہوا کافی بائیں طرف نکل گیا تھا۔ اب وہ ایک طرح سے ان چھ منگولوں کے سامنے سے ہٹ کر ان کی دائیں جانب آ گیا تھا۔

اب ایک بار پھر اس نے ان پر تیر اندازی کی۔ اس طرح اس نے دو اور منگولوں کو چھید کر رکھ دیا تھا۔ کیونکہ ان کی ڈھالیں ان کے سامنے تھیں جب کہ خلید تو ان پر ان کی دائیں طرف سے تیر برسا رہا تھا۔

اپنے آپ کو حیات سے عجیب تر اور موت سے عمیق تر سمجھنے والے منگول بوکھلا اٹھے خلید کی طرح اب وہ بھی زمین پر لیٹ کر اس کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ یہ صورتِ حال خلید

کے لیے خطرناک اور نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی ۔ اس لیے کہ رینگتے ہوئے وہ خلید کو گھیراؤ کر کے اسے اپنے قابو میں کر سکتے تھے ۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر خلید نے اپنی کمان اپنے کندھے سے لٹکالی اور اپنی تلوار ڈھال سنبھال کر وہ اٹھ کھڑا ہوا ۔

خلید کو کھڑا دیکھ کر منگول بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور بیزاری و اضطراری حالت میں وہ ریچھ کی طرح اپنے منہ سے بھیانک آوازیں نکالتے ہوئے خلید کی طرف بڑھے ۔

خلید ستون کی طرح ایستادہ کھڑا ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا ۔ جب وہ مناسب فاصلے پر آئے تو وہ آگے بڑھا اور ان چاروں پر حملہ کر دیا ۔ منگولوں کا خیال تھا کہ وہ چاروں اسے لمحوں کے اندر زیر کر کے اس کی اصلیت پوچھیں گے اور اسے عبرت ناک سزا دیں گے ۔ لیکن ان کا سارا فخر و غرور ایک تخیّل اور سارے اقدام وہموں اور وسوسوں میں بدل کر رہ گئے تھے ۔ خلید ان پر ایسے ہی ثابت ہوا تھا جیسے بارہ سنگوں کے گروہ میں بھوکا چیتا گھس آیا ہو ۔ جیسے بھیڑوں کے ریوڑ پر کوئی خونخوار تیندوا آنازل ہوا ہو ۔

منگولوں کے جس طرح آغاز میں تحیر تھا اسی طرح اب وہ اپنے انجام میں بھی تحیر و مایوسی محسوس کر رہے تھے ۔ اچانک خلید نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور اس کی تلوار ابھر کر گری گویا سیف لا الٰہ برق کے کوندے کی طرح اندھیروں میں لپک گئی ہو ۔ ان میں سے ایک پر خلید کی تلوار گری اور اسے خون میں نہاتی چلی گئی تھی ۔

اچانک چٹانوں کی طرف سے لگاتار کئی تیر آئے اور ایک منگول کو چھید کر رکھ دیا ۔ اب باقی دو منگول رہ گئے تھے اور وہ عذابِ جان جیسے دشمن کے رُوبرُو بوکھلا گئے تھے اسی بوکھلاہٹ میں خلید فائدہ اُٹھا گیا اور اس کی برق صفت تلوار ایک اور منگول کو کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی ۔ اب مقابلے پر صرف ایک منگول رہ گیا تھا جو اپنی تلوار اور ڈھال کو حقارت کی نگاہ سے اور خلید کو خوفزدہ حالت میں دیکھ رہا تھا ۔

خلید نے اس تنہا منگول کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا ۔ "میں تمہارے گیارہ ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکا ہوں پھر تو اکیلا کیوں کر میرے سامنے خود پر قابو رکھ سکے گا اور اپنے آپ میں رہ سکے گا ۔ اپنی تلوار اور ڈھال پھینک دو ۔"

منگول پر خلید کا ایسا خوف طاری ہوا تھا کہ اس نے ایک لفظ کہے بغیر اپنی تلوار اور ڈھال پھینک دی ۔ خلید نے غضب ناک آواز میں پوچھا ۔ "کیا تم مرو شہر کے ویرانوں اور کھنڈرات میں رہتے ہو ۔" منگول نے خاموشی سے اثبات میں گردن ہلا دی ۔

خلید نے پھر پوچھا ۔ "وہاں تمہارے کل کتنے ساتھی ہیں ۔"

منگول نے کپکپاتی آواز میں کہا ۔ "میں اور تمہارے ہاتھوں مرنے والے میرے سارے ساتھی ملا کر ہم کل تیس افراد وہاں تھے ۔"

خلید نے پھر سخت لہجے میں پوچھا ۔ "وہاں تمہارے ساتھی رات کہاں بسر کرتے ہیں ۔"

منگول نے کہا ۔ "گو مرو شہر کو گرا کر ویران اور کھنڈر کر دیا گیا ہے ۔ لیکن مشرقی جانب ایک مضبوط عمارت کا کچھ حصّہ ابھی تک کھڑا ہے اور اس عمارت کے ایک کمرے میں میرے ساتھی رہتے ہیں ۔"

خلید نے اس منگول کو پھر کریدا ۔ "وہاں تمہارے ساتھی کیا ننگے فرش پر بستر لگا کر سوتے ہیں ۔"

منگول نے جھٹ کہا ۔ "نہیں وہاں فرش پر مرو شہر سے حاصل ہونے والی بھیڑوں کی اون بچھا دی گئی ہے ۔ جس پر میرے ساتھی بستر لگاتے ہیں جس کی وجہ سے کمرے میں سردی محسوس نہیں ہوتی ۔"

چند ثانیوں تک خلید تفکر میں ڈوب کر سوچتا رہا پھر اس نے غراتے ہوئے کہا ۔ "تمہارا چنگیز خان اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ کہاں ہے ۔"

منگول نے کہا اب سردیاں اپنے خاتمے پر آگئی ہیں ۔ چنگیز خان مشرق کی طرف بڑھ گیا ہے ۔ وہ چند ایک شہروں کو فتح کرنے کے بعد کوہ ہندوکش کی برف پوش وادیوں پر گرمیوں کی شدت گزارے گا اور دوبارہ مسلمانوں کے علاقوں پر یلغار کرے گا ۔"

خلید نے کہا ۔ "کیا تم بتا سکتے ہو مرو کے قلعہ دار مجیر الملک کے اہلِ خانہ پر کیا گزری ـــــ ۔"

منگول نے بلا توقف کہا ۔ "مجیر الملک کے تینوں بیٹے اور وہ خود مارے گئے ان کی دو بیٹیوں اور ان کی بیوی کو چنگیز خان اپنے ساتھ لے گیا ہے ۔"

خلید نے اپنی تلوار لہراتے ہوئے کہا ۔ "اب تم میرے لیے بے کار ہو ۔ جو کچھ میں تم

سے چاہتا تھا حاصل کر چکا۔" اس کے ساتھ خلید نے تلوار گرائی اور منگول کو کاٹ دیا۔

خلید اب بڑی بے چینی سے اس طرف دیکھ رہا تھا جس طرف سے اس کے ساتھ لڑنے والے منگولوں پر کسی نے تیر برسائے تھے اور ان میں سے ایک کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیا تھا۔ پھر اچانک خلید اس طرف منہ کر کے زور زور سے چلانے لگا۔ "اے بنتِ ابی حزام! اپنی گھات سے باہر آجاؤ۔ اب تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ منگول ختم ہو چکے ہیں۔ میں مسلمان ہوں، میرا نام خلید بن حمدون ہے۔ باہر آجاؤ میری ملت کی آبرو! سورج غروب ہونے والا ہے۔ یہاں اب خطرہ ہے۔ یہاں سے اب کوچ کر جانا ہی بہتر ہے۔" خلید کے دیکھتے ہی دیکھتے ابی کی بیٹی ایک چٹان کی اوٹ سے نکلی اور آہستہ آہستہ خلید کی طرف بڑھی۔

ابی حزام کی بیٹی مرینہ جب قریب آئی تو خلید نے دیکھا وہ ابھی نوعمر تھی۔ وہ ایسی حسین تھی جیسے صدف میں موتی، جیسے پتھروں میں گوہر، اس کا چہرہ برگِ زیتون کی طرح تر و تازہ آبِ شنگرف کی طرح شفاف، لعل بدخشاں کی طرح سُرخ اور آبِ انگور جیسا نشاط انگیز تھا۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں سرشار و کشش انگیز اور پُرخمار و مسحور کن تھیں۔ اس کے باریک اور ترشے ترشے سے ہونٹ حریر گل اور امرت کا خزانہ لگ رہے تھے۔

وہ ریحان نفس زہرہ شمائل اور شوخ دیدہ لڑکی خلید کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور حیا آلود پلکیں نیم لبتہ تھیں۔ خلید نے بڑی نرمی میں کہا۔

"تم تھوڑی دیر یہیں رکو، میں ان مرنے والے منگولوں کے گھوڑوں کو پکڑ کر لاتا ہوں۔ پھر ہم یہاں سے کوچ کرتے ہیں"۔

مرینہ نے بڑی آہستگی و تمکین میں چڑیوں کی جلترنگ جیسی اپنی آواز میں کہا۔ "میں اس کام میں آپ کی مدد کرتی ہوں"۔

خلید خاموش رہا۔ دونوں نے مل کر سارے گھوڑوں کو پکڑ لیا۔ خلید نے گیارہ گھوڑوں کی لگامیں ایک دوسرے سے باندھ کر انہیں آپس میں جکڑ لیا اور ایک گھوڑا اس نے مرینہ کے لیے رکھ لیا تھا۔ خلید جب اپنے گھوڑے کے پاس آیا تو وہاں مرینہ اپنے باپ کی قبر پر گر گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ خلید نے اسے کھل کر رونے اور اپنا جی ہلکا کرنے دیا۔ جب وہ سنبھلی اور اپنے آنسو پونچھتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تو خلید نے پوچھا۔ "کیا ہمیں یہاں سے کوچ نہ کرنا چاہیے؟"

مرینہ نے معنی خیز انداز میں خلید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کی منزل کیا ہے اور کس طرف کوچ کریں گے؟"

خلید نے کہا۔ "میں مرو شہر کے کھنڈرات کا رخ کروں گا۔ تمہارے بابا مجھے مرو کی خونی داستان پوری تفصیل سے سنا چکے ہیں۔ میں چاہتے وہاں اپنے تہ خانوں میں بند مجبور و مقہور مسلمان بہن بھائیوں کو نکالوں گا۔ اس کے بعد تمہیں نیشاپور تمہارے ننھیال چھوڑنے جاؤں گا۔ اگر تم مرو کے کھنڈرات تک میرا ساتھ نہ دینا چاہو اور اکیلی نیشاپور کی طرف کوچ کرنا چاہو تو اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ میں تمہیں معقول نقدی اور زادِ راہ مہیا کر سکتا ہوں"۔

مرینہ نے ایک کربناک بیداری کی سی حالت میں خلید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اکیلی نیشاپور نہیں جانا چاہتی۔ میں مرو کے تہ خانوں میں مسلمانوں کو نکالنے کے نیک کام میں آپ کا ساتھ دوں گی لیکن وہاں ان کھنڈرات میں تو کافی منگول ہیں آپ اکیلے ان سے کیونکر نمٹ سکیں گے"۔

خلید نے ایک عزم میں کہا۔ "اس کا میں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔ تم دیکھو گی میں منگولوں کو عبرت ناک سزا دوں گا اور وہاں تہ خانوں میں اسیر مسلمانوں کو رہا کرا لوں گا"۔

مرینہ نے کچھ بے تکلف ہوتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی مشکور ہوں۔ آپ نے میری جان اور عزت بچائی میں آپ کی احسان مند ہوں کہ آپ نے میرے باپ کو عزت و احترام سے دفن کیا۔ میرے بابا آپ کو بتا چکے ہوں گے کہ جب منگولوں نے ہمارا تعاقب کیا تو میں بھاگ کر ان چٹانوں میں روپوش ہو گئی تھی۔ میری خوش قسمتی کہ چٹانوں کی اوٹ میں جا کر میں نے اپنے گھوڑے کو مار کر بھگا دیا اور دوبارہ میں واپس مڑ کر اس پہاڑ پر چڑھ گئی جس کے پاس سے میں گزری تھی وہاں مجھے ایک غار مل گئی اور میں اس میں گھس گئی۔ وہاں سے میں اپنے بابا پر بھی نگاہ رکھ سکتی تھی۔ منگول مجھے اِدھر اُدھر تلاش کرتے رہے لیکن قریب ترین پہاڑ کا انہوں نے جائزہ نہ لیا۔ اس غار کے اندر میں اپنی بدقسمتی پر رو رہی تھی اور اپنی حماقت پر

تاسف کر رہی تھی کہ میں نے گھوڑے کو بھگا دیا ہے۔ اب بچ جانے کی صورت میں اپنے زخمی یا مُردہ باپ کے ساتھ میں کیونکر سفر کر سکوں گی لیکن مہربان قدرت میری مدد اور راہنمائی پر آمادہ تھی۔ اِتنی دیر میں آپ آگئے اور میرے بابا کو سنبھالنے لگے۔

پہلے میں آپ کو بھی منگولوں کا ساتھی سمجھی تھی اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرے بابا سے ہمدردی کر کے منگول دھوکہ دہی سے کام لے کر مجھے چٹانوں سے باہر آنے پر مجبور کریں گے لیکن میں اس غار میں پڑی رہی پھر جب منگولوں کی آپ سے جنگ شروع ہو گئی تو میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ آپ منگول نہیں ہیں۔ لہٰذا میں غار سے نکل کر نزدیک ہو گئی اور اپنی استطاعت کے مطابق منگولوں پر تیر اندازی کی۔ میری خوش قسمتی کہ میں ایک منگول کو گرانے میں کامیاب ہو گئی۔

میں بڑی احتیاط سے ڈر ڈر کر تیر چلا رہی تھی مجھے خطرہ تھا کہ میرا تیر کہیں آپ کو نہ لگ جائے۔ پھر جب آپ نے مجھے بنتِ ابی حزام کہہ کر پکارا تو میرے سارے شکوک رفع ہو گئے تھے اور میں بے دھڑک اپنی کمین گاہ سے نکل کر آپ کی طرف چل دی تھی۔ آپ نے ابھی تک اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ آپ کون ہیں، کدھر سے آئے ہیں اور دریائے مرغاب کے کنارے کنارے شمال کی طرف جاتے ہوئے آپ کی منزل کیا تھی۔"

"خلید اُداس ہو گیا اور بجھی بجھی سی آواز میں کہا۔" میں بخارا کا رہنے والا ہوں میرا ننھیال سمرقند میں تھا لہٰذا میں ایک عرصہ سمرقند میں بھی رہا ہوں۔ چنگیز خاں کے حملوں میں میرے ماں باپ اور بہن بھائی سب مارے گئے۔ میں بدقسمت اکیلا بچ نکلا تھا۔"

مرینہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ خلید کہتا رہا۔" میں جلال الدین خوارزم شاہ کے لشکر کا ایک سالار ہوں۔ جلال الدین کا نامور جرنیل امین الملک مرو کے مرحوم قلعہ دار مجیر الملک کا رشتہ دار ہے اور اس کے کہنے پر جلال الدین نے مجھے مرو سے مجیر الملک کے بیوی بچوں کو لانے کے لیے روانہ کیا ہے۔

میں مشرقی سرزمینوں کی طرف سے آ رہا ہوں لیکن آخری منگول سے مجھے پتہ چلا کہ مجیر الملک اپنے لڑکوں کے ساتھ مارا جا چکا ہے اور اس کی بیوی اور دو بیٹیوں کو چنگیز خاں پکڑ کر لے گیا ہے۔ مرو کے مسلمانوں کو رِہا کرانے کے بعد میں تمہیں نیشاپور چھوڑ کر چنگیز خاں کے لشکر کا رخ کروں گا اور وہاں مجیر الملک کی بیوی اور بیٹیوں کو تلاش کر کے امین الملک کے پاس پہنچاؤں گا۔"

مرینہ نے بِدک کر بدحواسی میں پوچھا۔" آپ چنگیز خان کے لشکر میں داخل ہو کر کیونکر بچ سکیں گے جب کہ وہ مسلمانوں سے سخت بیزار ہے۔"

خلید نے کہا۔" میں مجاہد کے علاوہ ایک سنگتراش بھی ہوں اور ایک سنگتراش کی حیثیت سے ہی میں چنگیز خان کے لشکر میں داخل ہو کر اپنا کام شروع کروں گا۔ چنگیز خان بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور جوانوں کو بے دریغ قتل کرنے کا عادی ہے لیکن کاریگروں کو وہ اپنے پاس رکھتا ہے اور اُنہیں خوب معاوضہ دیتا ہے۔"

چشمِ ساحر، نور بخشِ سحر اور نغمۂ عبودیت کی طرح حسین مرینہ نے اجنبیت کی اور دیواریں گراتے ہوئے کسی قدر بے باکی سے پوچھا۔" میں حیران ہوں کہ جب میری قوم میں آپ جیسے درویش صفت اور اکسیرِ خاکِ آدم جیسے جوان موجود ہیں پھر ہم نے کیونکر منگولوں سے ہزیمت اور شکست اُٹھائی۔ کیا ہم اس قابل نہ تھے کہ اس وحشی اور جابر قوم کو واپس صحرائے گوبی کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیتے۔

کاش ہم اپنے شہروں کی حفاظت کر سکتے اور چنگیز خاں کے ارادوں کو خانہ ناتمام بنا دیتے۔ ناکامیوں سے اس کا چہرہ عرق عرق کر دیتے اور اسے اپنے سامنے بھاگنے پر مجبور کرتے لیکن ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے نادِبن کر جھکنے والی اپنی حشمت و سطوت کو داغدار کیا اور اپنی قوم کو ناکامیوں کے سوزِ نہاں کا شکار کیا۔"

مرینہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور وہ سلسلۂ کلام جاری نہ رکھ سکی خلید نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔" منگول نہیں ہم خود اپنی شکست کا باعث بنے ہیں۔ ہم دینی یک جہتی کے بجائے نسلی اور لسانی یک جہتی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اپنے آباد کی ہفت افلاک رفعت اور ان کے فکر و کردار کی تربیت کو پس پُشت ڈال کر ہم ظاہری آن بان اور خناس کے وسوسوں کا شکار ہیں۔"

خلید نے ذرا رک کر غمزدہ آواز میں کہا۔" میری قوم کی راکھ کی تہ کے اب بھی

چنگاریاں ہیں، کوئی انہیں بھڑکانے والا نہیں۔ اس کے کہسار میں اب بھی کُن فیکون کے نغمے پوشیدہ ہیں۔ ہر کوئی انہیں الاپنے والا نہیں ہے۔ اس قوم کی آنکھوں میں اب بھی رازِ یزداں ہیں لیکن کوئی ان میں لہریں اور ارتعاش پیدا کرنے والا نہیں ہے اور جو قوم اجتماعی طور پہ گمراہی کا شکار ہوتی ہے، کارکنانِ قدرت اسے معاف نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ادبار کی لامتناہی پرچھائیوں کا شکار ہیں اور اغیار بے دھڑک ہو کر ہمارے جسموں کو ریزہ ریزہ کرتے جا رہے ہیں۔"

خلید خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے مرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" باتوں باتوں میں دیر ہو گئی ہے۔ اب ہمیں یہاں سے کُوچ کر جانا چاہیے۔"

دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور وہاں سے کُوچ کر گئے۔ خلید اپنے آگے منگولوں کے جکڑے ہوئے گھوڑوں کو بھی ہانکتا چلا جا رہا تھا جبکہ مرینہ بھی اس کام میں اس کی مدد کر رہی تھی۔

آخری سرما کی ملگجی شام، ٹوٹے دل کی اُداس رات میں بدل چکی تھی۔ چہار سو کو بکو خاموشی اور سکوت تھا۔ لگتا تھا کسی نے جادوئے بابل اور سحر سامری پھونک کر رات کو صحرائے وحشت کی طرح بھیانک اور پُرہول بنا کر رکھ دیا ہو۔

خلید اور مرینہ عشاء کے قریب مرو شہر کے کھنڈرات سے قریب چٹانوں کے ایک طویل سلسلے کے پاس آ پہنچے۔ خلید نے وہاں منگولوں کے جکڑے ہوئے گھوڑوں کو پکڑ کر روک لیا اور مرینہ کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے بڑی رازداری سے کہا۔

"مرینہ! مرینہ! تم اِن گھوڑوں کے ساتھ یہاں رُک جاؤ۔ میں مرو کے ان کھنڈرات میں داخل ہو کر اپنے کام کی ابتدا کرتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے میں کامیاب رہونگا۔"

مرینہ نے اس بات کاٹتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔" کیا میں اس کام میں آپ کی کوئی مدد نہ کر سکوں گی۔ آپ اکیلے اس قدر منگولوں سے کیسے اور کیوں کر نبٹ سکیں گے۔ یا یوں کیجئے شہر کے کھنڈرات کے اندر میں قدیمی تہ خانوں کو جانتی ہوں۔ وہ لوگ ہمارے جاننے والے ہیں۔ میں اُنہیں تہ خانے سے باہر نکلواتی ہوں۔ پھر سب مل کر اس لائحہ عمل کو شروع کرتے ہیں۔"

خلید نے کہا۔" ایسا ممکن نہیں۔ تم اپنے سامنے مرو شہر کے کھنڈرات کی طرف دیکھو۔ مغرب، جنوب اور مشرق میں روشنی ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے وہاں منگولوں کے آگ کے الاؤ روشن کر رکھے ہیں اور وہ بیٹھ کر پہرہ دے رہے ہیں تاکہ تہ خانوں سے نکل کوئی بھاگنے میں کامیاب نہ ہو۔ اگر تم میرے ساتھ ان کھنڈرات میں داخل ہوئی تو کوئی تہ خانہ کھلوانے سے قبل ہی ہم دونوں پکڑے جائیں گے اور منگول ہم دونوں کو لخت لخت کر کے رکھ دیں گے اور پھر تمہارے ساتھ ہونے سے مجھے منگولوں سے نمٹنے کے ساتھ ساتھ تمہاری حفاظت کا دوہرا فرض ادا کرنا پڑے گا۔"

خلید نے کہا۔" میں تمہیں زیادہ دیر تک انتظار کے کرب میں نہ رکھوں گا منگولوں کو ٹھکانے لگا کر میں بہت جلد تمہارے پاس آؤں گا پھر ہم مل کر تہ خانوں کے اندر اسیر اپنے مسلمان بہن بھائیوں کو نکال سکیں گے۔"

سنو! سنو! مرینہ! اگر میں واپس نہ آ سکوں اور تم محسوس کرو کہ منگول مجھ پر غالب آ گئے ہیں تو فوراً میرے گھوڑے پر سوار ہو کر نیشاپور کی طرف روانہ ہو جانا۔ میرے گھوڑے کی خرجین میں کئی روز کی خوراک ہے۔ اس کی زین سے پانی کا مشکیزہ بندھا ہے اور خرجین میں نقدی کی ایک بڑی تھیلی بھی ہے۔ دریائے مرغاب کے کنارے جس شاہراہ پر میں آیا ہوں، اسی شاہراہ پر تم پہلے طوس شہر کی طرف جانا۔ وہاں سے بائیں ہاتھ یہ شاہراہ مُڑتی ہے اور سیدھی نیشاپور کی طرف چلی جاتی ہے۔ میرا گھوڑا ان سب راہوں سے خوب واقف اور شناسا ہے۔ یہ بہت جلد تمہیں نیشاپور پہنچا دے گا۔"

مرینہ نے روتی ہوئی بین کرتی آواز میں کہا۔" آپ میری قوم کے دردشناش اور سرفروش مجاہد ہیں۔ میرا رب ان ویرانوں میں مجھے تنہا اور سسک سسک کر مرنے کو نہ چھوڑے گا وہ اُحد کی متبرک چٹانوں، جبلِ صفا کی پُرنور وادیوں اور بدر کے مقدس میدانوں کے طفیل آپ کو اس مقدس کام میں کامیاب کرے گا۔ کاش ــــــ"

خلید نے محسوس کیا کہ اس سے آگے حسین مرینہ کی آواز ہچکیوں میں ڈوب گئی تھی اور

تو کچھ کہہ نہ پائی تھی۔ خلید نے چپ چاپ اپنے کندھوں پہ اپنی کمان لٹکائی۔ منگولوں کے چھوڑے ہوئے گھوڑوں کو اس نے ایک چٹان کے ساتھ باندھ دیا اور مرو کے کھنڈرات کی طرف بڑھ گیا تھا۔

خلید مرو شہر کے کھنڈرات میں داخل ہوا۔ ایک گرے ہوئے مکان کے پاس کھڑے ہو کر کچھ سوچتا رہا پھر کوئی فیصلہ کر کے وہ مشرقی حصے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کی تلوار اور ڈھال اس کے ہاتھ میں تھیں اور کوئی کھٹکا کیے بغیر وہ مشرقی طرف بڑھتا رہا۔ جب وہ ایک گری ہوئی عمارت کے کچھ بچے ہوئے حصے کے پاس گیا جس کے سامنے دو منگول آگ کا الاؤ روشن کیے بیٹھے تھے تو وہ رک گیا اور زمین پر لیٹ کر آگے بڑھنے لگا۔ نزدیک جا کر اس نے دیکھا وہاں دو بڑے بڑے کمرے اپنی صحیح حالت میں موجود تھے۔ ایک میں منگول سو رہے تھے اور دوسرے میں ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔

لیٹے ہی لیٹے دیوار کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا وہ اس کمرے کے دروازے پر آیا جس میں منگول سوئے ہوئے تھے۔ خلید نے سانس روک لی اور حالات کا جائزہ لیا۔ اس نے بالکل قریب آگ کا الاؤ روشن تھا۔ وہاں دو منگول آگ پر اپنے ہاتھ پھیلائے بیٹھے تھے اور روشنی کی خاطر ان کے قریب ہی زمین میں دو روشن مشعلیں گڑی تھیں۔ لیٹے ہی لیٹے خلید نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اس دروازے کو اس نے زنجیر لگا دی۔ دوبارہ وہ رینگتا ہوا اس کمرے کے تاریک کونے میں آکر بیٹھ گیا تھا۔

ایک بار پھر خلید نے اپنے اطراف کا جائزہ لیا اور جس کمرے کا دروازہ اس نے باہر سے بند کیا تھا اس کے روشن دان پر نظر پڑتے ہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی۔ کمرے کے تاریک کونے میں خلید دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اپنی کمان سنبھالی ترکش سے تیر نکالے اور آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھے دونوں منگولوں کو ہدف بنا کر اس نے تیر چلا دیے۔ اس کے تیر ان دونوں کو چھید کر رکھ گئے تھے۔ ان کے منہ سے ہلکی ہلکی چیخیں نکلی تھیں لیکن ان سے کمرے کے اندر کوئی ہلچل نہ ہوئی تھی۔

خلید اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنی تلوار ڈھال اس نے سنبھالی اور آگ کے الاؤ کی طرف بڑھا۔

دونوں منگول ختم ہو چکے تھے۔ خلید نے دونوں کو پاؤں کی ایک ایک ٹھوکر مار کر ان کا جائزہ لیا پھر زمین میں گڑی دونوں مشعلیں اس نے لیں۔ بھاگ کر وہ کمرے کے پاس آیا اور روشن دان سے اس نے دونوں مشعلیں کمرے کے اندر پھینک دیں۔ پھر وہ دروازے کے پاس آ کھڑا ہوا اور انتظار کرنے لگا۔

کمرے میں بچھائی ہوئی اون فوراً آگ پکڑ گئی اور پھر خلید کو کمرے کے اندر سے شور و واویلا کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ پھر ایک ساتھ کئی منگول اندر سے دروازہ پیٹنے لگے تھے۔ دروازہ نہ کھلنے کی صورت میں ایک منگول نے چیخنے کے انداز میں کہا۔ دروازہ توڑ دو ورنہ ہم سب جل کر راکھ ہو جائیں گے۔

اب منگول دروازے کو دھکے دے دے کر توڑنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ خلید نے باہر سے دروازے کو مضبوطی سے سہارا دے لیا تھا۔ تاکہ دروازہ ٹوٹنے میں بھی کچھ دیر لگے۔ اور کچھ منگول آگ کا شکار ہو جائیں۔ اب کمرے کے اندر سے ایک ساتھ کئی منگولوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ شاید انہیں آگ لگ گئی تھی۔

خلید اسی طرح دروازے کو اندر کی طرف دبائے کھڑا تھا کہ اچانک وہ ایک جست لگا کر ایک طرف ہٹ گیا کیوں کہ دروازہ اندر سے منگولوں کے زور لگانے کے باعث اکھڑ گیا تھا اور گرنے لگا تھا۔ تاہم خلید مستعد تھا اور تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا تھا۔

دروازہ اندر کی طرف گر پڑا اور کچھ منگول گھبراہٹ اور بدحواسی میں باہر نکلے لیکن خلید عذاب بن کر ان پر نازل ہو گیا اور جو بھی دروازے سے باہر نکلا اس کا اس نے سر قلم کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح کچھ منگول کمرے کے اندر جل گئے اور جو بچ کر باہر نکلے وہ خلید کی تلوار کا شکار ہو گئے

اچانک خلید سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ جنوب کی طرف سے تین منگول بھاگتے ہوئے اس کمرے کی طرف آ رہے تھے جس کو آگ لگ گئی تھی اور آگ کے شعلے اب خوب بلند ہونے لگے تھے۔ خلید نے کمان کندھے سے اتار کر اس پہ تیر چڑھا لیا۔ وہ ان تینوں منگولوں سے جلد نمٹ لینا چاہتا تھا کیوں کہ یہ وہ منگول تھے جو جنوب کی طرف آگ روشن کر کے پہرہ دے رہے تھے اور

ان منگولوں کے آجانے کا بھی اندیشہ تھا جو مغرب کی طرف الاؤ روشن کیے ہوئے تھے۔

اچانک خلید ایک بار پھر چونک پڑا۔ اس کے قریب ہی دائیں ہاتھ کے کھنڈرات کے اندر سے کسی نے تیر برسائے اور جنوب کی طرف سے آنے والے منگولوں میں سے ایک کو چھید کر رکھ دیا تھا۔ اتنی دیر تک خلید نے بھی تیر چلا کر دوسرے منگول کو ختم کر دیا تھا۔ تیسرا خوفزدہ ہو کر واپس بھاگا لیکن خلید اپنی تلوار سونت کر اس کے پیچھے بھاگا۔ تھوڑی دور اس نے اسے جا لیا اور اسے بھی تہ تیغ کر دیا

پھر وہ اپنی ڈھال سامنے رکھ کر اس طرف بھاگا جہاں سے کسی نے منگولوں پر تیر برسائے تھے لیکن قریب جا کر وہ رُک گیا کیوں کہ مغرب کی طرف پہرہ دینے والے تینوں منگول بھی بھاگتے ہوئے اس طرف آ رہے تھے۔ خلید پھر ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھ گیا اور جب وہ اس کے تیروں کی زد میں آئے تو اس نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ خلید نے محسوس کیا کھنڈرات کے اندر سے کوئی اور بھی ان پر تیر برسانے لگا تھا۔ اس طرح دو منگول خلید کے ہاتھوں اور ایک کھنڈرات میں چھپے کسی اجنبی کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

سارے منگولوں کے خاتمے پر اچانک خلید پلٹا اور اس کمرے کی طرف بھاگا جس میں منگولوں کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ کیوں کہ آگ اب بڑی تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھنے لگی تھی۔

خلید نے کمرے کا دروازہ کھولا اور سارے گھوڑوں کو اس نے باہر نکال دیا۔ کمرے کو آگ لگنے کے باعث باہر کی فضا چونکہ کچھ گرم ہو گئی تھی اس لیے منگولوں کے سارے گھوڑے ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ خلید بڑی تیزی سے اس کمرے کے اندر سے گھوڑوں کی زینیں اور دوسرا ضروری سامان نکال نکال کر باہر رکھنے لگا تھا۔ آگ اب خوب بلند ہو کر پھیلتی جا رہی تھی۔

کمرے سے سارا سامان نکال کر خلید جب پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوا تو دنگ رہ گیا۔ سامنے کھنڈرات میں سے دیکھتے ہی دیکھتے حسین مریّنہ نمودار ہوئی اور مسکراتی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ قریب آ کر مریّنہ خلید کے سامنے رُکی اور گہری دلفریب مسکراہٹ میں اس نے خلید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"میں منگولوں پر اس طرح تنہا قابو پانے پر آپ کو مبارک باد دیتی ہوں۔ خدا کی قسم! جس قوم کے سب فرزند آپ جیسے ہو جائیں، دنیا کی کوئی طاقت انہیں زیر نہیں کر سکتی۔"

خلید نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ "جس قوم میں تم جیسی بیٹیاں بھی ہوں۔ وہ بھی شکست و ریخت کا شکار نہیں ہو سکتی۔"

مریّنہ نے فوراً اپنی صفائی پیش کرنے کے انداز میں کہا۔ "آپ نے مجھے گھوڑوں کے پاس بٹھایا تھا لیکن میں وہاں بیٹھ نہ سکی تھی۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے اِدھر آ گئی تھی۔ مجھے فکر تھی آپ اکیلے اس قدر منگولوں کے اندر کہیں پھنس نہ جائیں۔ میں اسی لیے یہاں ایک پتھر کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جو بھی آپ پر حملہ آور ہو گا اسے میں اپنے تیروں سے چھلنی کر دوں گی۔"

خلید نے کہا۔ "میں تمہارا شکر گزار ہوں، تم نے میرا اس قدر خیال رکھا۔"

مریّنہ نے ایک اپنائیت میں کہا۔ "آپ میرا شکریہ کیوں ادا کرتے ہیں۔ یہ میرا فرض تھا جو میں نے ادا کیا۔ کیا اب ہمیں لوگوں کو تہ خانوں سے نکالنے کا کام نہ شروع کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو لوٹ کھسوٹ کی خاطر کہیں سے اور منگول آ جائیں اور ہماری ساری محنت اکارت چلی جائے۔ میں ایک ایسے شخص کے تہ خانے کو جانتی ہوں جو ہمارا ہمسایہ اور کپڑے کا تاجر تھا۔ وہ اپنے اہلِ خانہ سمیت تہ خانے میں بند ہے۔ پہلے ہم اُنہیں نکالتے ہیں۔ پھر وہ دوسرے لوگوں کو نکالنے میں ہماری مدد کریں گے۔"

خلید نے کہا۔ "آؤ پہلے اپنے گھوڑے یہاں لے آئیں پھر لوگوں کو تہ خانوں سے نکالنے کا کام شروع کرتے ہیں۔" دونوں اس طرف چل دیئے جہاں اُن کے گھوڑے تھے۔

دونوں کمرے جن میں سے ایک میں منگول بند تھے اور دوسرے میں انہوں نے اپنے گھوڑے باندھے تھے، جل گئے تھے۔ خلید اور مریّنہ نے سارے گھوڑوں کو ایک جگہ جمع کر کے باندھ دیا۔ پھر مریّنہ خلید کو شمال کے کھنڈرات کی طرف لے گئی۔ وہاں ایک عمارت کے کھنڈرات میں وہ کچھ دیر غور سے جائزہ لیتی ہوئی اپنے ہمسایوں کے تہ خانے کو تلاش

کرتی رہی ۔ پھر ایک گول پتھر تلاش کرنے میں وہ کامیاب ہو گئی اور اس پر زور زور سے ہاتھ مارتے ہوئے اس نے چلا چلا کر کہا "میں مرینہ بنتِ ابی حزام بول رہی ہوں، تہ خانے سے باہر آجاؤ، منگولوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اب یہاں سے بھاگنے کا بہترین موقع ہے۔"

تھوڑی دیر بعد پتھر اوپر اٹھنا شروع ہوا۔ پھر ایک بوڑھے نے سر باہر نکال کر جھانکا۔ مرینہ کو خلید کے ساتھ وہاں کھڑے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی پھر وہ باہر نکلا اور اس کے پیچھے پیچھے اس کی بیوی اور اس کے بیٹے بیٹیاں بھی باہر نکل آئے۔ مرینہ نے انہیں اپنے ساتھ پیش آنے والے حالات تفصیل سے سنا دیئے۔ وہ سب خلید کا شکریہ ادا کرنے لگے۔

پھر اس بوڑھے نے کہا "آؤ ان کھنڈرات میں جگہ جگہ پھیل کر اذانیں دیں تاکہ تہ خانوں میں بند لوگوں کو باہر بلائیں۔"

سب کھنڈرات میں پھیل کر اذانیں دینے لگے اور لوگوں کو باہر بلانے لگے۔

تھوڑی دیر کی جدوجہد کے بعد وہ سب لوگوں کو باہر نکالنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

خلید نے ان میں منگولوں سے ہاتھ لگنے والے گھوڑے بانٹ دیئے۔

سب لوگوں نے بڑے خلوص اور ایثار کا ثبوت دیا اور جس قدر ان کے پاس خوراک کا ذخیرہ تھا وہ ایک جگہ جمع کر کے انہوں نے آپس میں بانٹ لیا۔ پھر جدھر جدھر کسی نے جانا تھا روانہ ہو گیا۔ خلید اور مرینہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر نیشاپور کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

ایک روز جب کہ رات اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی اور سحر کے نشیب و فراز ظاہر ہونے لگے تھے خلید اور مرینہ نیشاپور سے تیس میل شمال میں، کوہستانی سلسلے میں سفر کر رہے تھے ہر طرف فسوں ساز چاندنی رقص کناں تھی۔ ایک چشمے کے کنارے خلید نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور نیچے اترتے ہوئے اس نے کہا "مرینہ! مرینہ! آؤ یہاں فجر کی نماز ادا کر لیں پھر تازہ دم ہو کر اپنے سفر کا آغاز کریں۔ نیشاپور اب کوئی زیادہ دور نہیں، آئندہ حالات شام تک ہم انشاءاللہ نیشاپور میں ہوں گے۔"

مرینہ بھی گھوڑے سے اتر گئی۔ گھوڑوں کو انہوں نے چشمے کے آس پاس ہری ہری گھاس چرنے کو چھوڑ دیا اور خود دونوں نے اس چشمے کے کنارے بیٹھ کر وضو کیا تھا۔ مرینہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی اور خلید سے کہا "رات کے وقت اس بیابان میں کسی جنگلی جانور کا بھی خطرہ ہے۔ پہلے آپ نماز پڑھ لیں۔ میں وہاں پتھر کی اوٹ میں بیٹھ کر آپ پر نگاہ رکھوں گی اور آپ کی حفاظت کروں گی۔ اس کے بعد میں نماز ادا کروں گی۔"

خلید نے مسکراتے ہوئے کہا "یہاں اس علاقے میں جنگلی جانور کہاں۔ آؤ تم بھی نماز پڑھو۔"

مرینہ نے اپنے تیر اور کمان سنبھالتے ہوئے کہا "آپ نماز ادا کریں۔ میں آپ کی حفاظت کروں گی۔ ابھی کافی وقت ہے۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے ہم دونوں باری باری نماز پڑھ سکتے ہیں۔"

خلید شاید مرینہ کی بات مان گیا۔ چشمے سے ہٹ کر جنوب کی طرف وہ ایک پتھر پر کھڑا ہو گیا اور اذان دینے لگا۔ سنسان و بے خواب رات میں اذان کی آواز سنہری گھنٹیوں کی طرح ابھرتی گونجتی رہی۔ مرینہ ایک پتھر کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ اذان کے بعد خلید نے دعا مانگی۔ پھر وہ گھاس پر کھڑا ہو کر فجر کی نماز ادا کر رہا تھا۔

نماز کے بعد خلید نے جب مڑ کر دیکھا تو دو اور جوان بھی اس کے پیچھے کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔ ان کے کپڑے خون آلود تھے جیسے ابھی ابھی کسی رزم گاہ سے نکلے۔ خلید نے پتھر کی اوٹ میں مرینہ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی نماز ادا کر رہی تھی۔ جب وہ دونوں جوان نماز سے فارغ ہوئے تو خلید نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ مرینہ بھی نماز سے فارغ ہو کر دعا میں شامل ہو گئی۔ خلید بڑی رقت بڑی دردمندی سے کہہ رہا تھا۔

"مولا کریم! میں ایک عاجز و گنہگار بندہ تیرے حضور دست بدعا ہوں۔ ہم پر کرم کی نگاہ کر۔ دریدہ دہن وحشی اور ہوس کے سوداگر یہ منگول جو میری قوم پر خدا کا آنچل، عقوبت کا سمندر، زوال و فنا،

پر بہ دوا بر، ابر ابیسی اور تیز و تند ہنگامہ خیز طوفان بن کر نازل ہوئے ہیں - ان بدن پرستوں کی حیلہ گری، قہر، ذلت اور حرص و ستم سے مری ملت کو بچا - ان کا کردار خونخواری و وحشت ہے - ان کا انجام ذلت و خواری کر -

الٰہی ! تو فکر و دانش کا ربِ عظیم ہے - ہماری پرانی اور آبائی عزیمت و استقامت اور جرأت و ہمت عطا فرما - ہمیں اسلام کے غیر متبدل اصولوں پر چلنے کی توفیق دے - ہمیں اتحادِ عمل عطا کر کہ ہم بے غرضی و جفاکشی سے کام لے کر جبرِ اغیار کے سامنے اپنی ملت کو پر شکوہ و باوقار بنائیں -

ربِ عظیم ! ہماری نصرت و مدد فرما کہ ان مخدوش و شکستہ حالات میں بھی اپنی قوم کے شجر کو بار ور اور اس کی سطوت کو تجمل و شوکت سے آراستہ کر دیں ـــــــ"

خلید کو تھوڑی دیر کے لیے رک جانا پڑا کیوں کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں - دعا میں شامل دونوں جوان اور مرینہ بھی سسکیوں اور ہچکیوں میں رو رہے تھے - تھوڑی دیر بعد خلید کی ٹوٹتی بکھرتی آواز پھر بلند ہوئی -

"اے ارحم الراحمین ! ہم اپنی ہی سرزمینوں پر اجنبی اور اپنے ہی دیسوں میں غیر ہو گئے ہیں - ہماری آزادی کو باوقار بنا، ہمیں سوزِ نہاں عطا کر کہ ہم بدمست و قہرمان دشمن کے غیض و برہمی سے ٹکرا جائیں اور ملت کی آزادی و عظمت کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں -

الٰہی ! ہماری فریاد سن، ہماری دعاؤں کو قبول فرما"

دعا ختم کر کے خلید نے ان دونوں جوانوں کی طرف دیکھا - ان کی آنکھوں سے ابھی تک آنسو رواں تھے - مرینہ ہچکیاں لے کر رو بھی رہی تھی اور سر پر بندھے اپنے رومال سے اپنے آنسو بھی پونچھتی جا رہی تھی - وہ دونوں جوان اٹھے - پہلے انہوں نے خلید سے مخاطب

کیا پھر ایک نے پوچھا - "اے امیر ! آپ یہاں کہاں ؟ آپ کے ساتھ ایک خاتون بھی ہیں کیا وہ آپ کی بیوی ہیں ؟"

مرینہ اپنے آپ کو سنبھال کر ان کی گفتگو غور سے سننے لگی تھی - خلید نے کسی قدر مسکراتے ہوئے پوچھا - "تم دونوں کون ہو، مجھے کیسے جانتے ہو" - ان میں سے ایک نے پھر کہا - "اے امیر ! کیا آپ آقا جلال الدین کے لشکر میں سالار نہیں ہیں - ہم نے آپ اور آقا جلال الدین کے دوسرے جرنیل امین الملک کی سرکردگی میں اصفہان کے اس معرکے میں بھی حصہ لیا تھا جس میں ہم نے چنگیز خان کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا -

کاش ہم آپس کی نااتفاقیاں اب تک ترک کر چکے ہوتے - اگر ہم اتحادِ عمل سے کام لیتے تو قسم مجھے خداوند کریم کی اب تک ہم خونخوار و وحشی منگولوں کو مار مار کر صحرائے گوبی کی طرف بھگا دیتے - انہوں نے اپنی جرأت سے ہمیں ذلیل و رسوا نہیں کیا انہوں نے ہماری نااتفاقی اور باہمی عدم تعاون سے فائدہ اٹھایا ہے - کاش"

خلید نے بڑی ہمدردی سے پوچھا - "اگر تم جلال الدین کے لشکر کے مجاہد ہو تو اس وقت تم دونوں کہاں سے آ رہے ہو ؟"

اس نے بڑی افسردگی سے کہا - "آپ کو خبر ہو گی کہ آقا جلال الدین ان دنوں منگولوں سے فیصلہ کن معرکے کی خاطر مشرق میں ایک لشکر کو ترتیب دے رہے ہیں - ہم بارہ جوان بغداد کی ایک نواحی بستی کے رہنے والے اکٹھے اس جہاد میں شامل ہوئے - چند یوم کی رخصت پر ہم اپنے گھروں کو آئے تھے - پر ہائے بدقسمتی جب ہم واپس جا رہے تھے تو یہاں سے چند میل مغرب میں ہمیں کچھ منگول سوار دکھائی دیئے - وہ تعداد میں تیس چالیس کے قریب ہوں گے - ہم ان سے پہلو تہی کر کے اور اپنا آپ بچا کر نکل جانا چاہتے تھے لیکن حالات نے ایسا نہ ہونے دیا -

ان منگولوں کے پاس دو مسلمان لڑکیاں تھیں جنہیں وہ کہیں سے اٹھا کر لا رہے تھے - کوہستانوں کے ان دیولاخوں میں ان لڑکیوں نے پہچان لیا کہ ہم مسلمان ہیں -

لہٰذا انہوں نے ہمیں پکارا اور خدا اور رسُولؐ کا واسطہ دے کر ہمیں اپنی مدد کو بلایا۔ پھر اے امیر! ہم کیوں کر اپنی قوم کی بیٹیوں اپنی ملت کی آبروؤں کو دُشمن کے چنگل میں چھوڑ کر اپنا آپ بچا کر نکل جاتے۔

ہم میں ہمارا ایک سرخیل بھی تھا اس کی سرکردگی میں ہم منگولوں سے ٹکرا گئے ہم اس جذبے سے حملہ آور ہوئے تھے کہ ہم نے اکثر منگولوں کو تہ تیغ کر دیا۔ ہم نے انہیں ایسا کاٹا کہ اُن میں سے صرف چند باقی رہ گئے تھے۔ لیکن ہائے حیف! جب ہم ان پر قابو پا رہے تھے ان کو ہستانوں کے اندر سے منگولوں کی ایک اور ٹولی نمودار ہوئی اور انہوں نے ہماری پشت سے ہم پر حملہ کر دیا۔

دونوں مسلمان لڑکیوں نے جب دیکھا کہ ہمارے مسلمان بھائی غالب آتے آتے اچانک مغلوب ہو رہے ہیں تو انہوں نے ہمارے ہاتھوں مرنے والے منگولوں کی تلواریں اُٹھائیں اور اپنا خاتمہ کر لیا۔ ہمارے ساتھی جنگ میں مارے گئے اور ہم دونوں بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچا کر بھاگے۔ منگولوں نے ہمارا تعاقب کیا۔ انہوں نے یہاں سے تھوڑی دور مغرب تک ہمارا پیچھا کیا پھر رات کی تاریکی میں کوہستانوں کے اندر ہم انہیں چکمہ دے کر ادھر نکل آنے میں کامیاب ہو گئے۔ اے امیر! یہ ہماری داستان ہے۔ اب آپ اپنی کہیے۔"

جواب میں خلید نے بھی ان سے اپنے پورے حالات کہہ ڈالے تھے۔ ان دو میں سے ایک نے خلید کے حالات سُننے کے بعد مرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے میری بہن! مرحبا! تیری ہمت قابلِ ستائش ہے کہ تو نے مرو کے کھنڈرات میں منگولوں کو ختم کرنے میں امیر کی مدد کی۔ خدا کی قسم جس قوم کی ساری بیٹیاں آپ جیسی ہو جائیں وہ قوم ناقابلِ تسخیر ہو جاتی ہے۔"

مرینہ نے کہا۔ "اے میرے بھائیو! خلید نماز پڑھ رہے تھے جب کہ میں پتھر کے پیچھے بیٹھ کر ان کی حفاظت کر رہی تھی۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ باری باری نماز ادا کریں گے اسی وقت تم دونوں آ گئے۔ شروع میں تمہیں بھی دشمن جانی تھی اور میں نے اپنی کمان پر تیر چڑھا لیا تھا لیکن جب تم دونوں اپنے گھوڑوں سے اُتر کر چشمے پر وضو کرنے لگے تو میں جان گئی کہ تم اذان سن کر ادھر آئے ہو اور نماز پڑھنا چاہتے ہو لہٰذا میں بھی پرسکون ہو کر نماز ادا کرنے لگی۔ اے میرے بھائیو! تمہاری ہمت و شجاعت بھی قابلِ تعریف ہے کہ تم اپنی دو بہنوں کی خاطر چالیس منگولوں سے ٹکرا گئے۔ خدا کی قسم! جس قوم کے جوان تم جیسے ہو جائیں۔ کوئی بھی اس عظیم قوم کی شکست و ریخت نہیں کر سکتا۔"

جب مرینہ خاموش ہو گئی تو خلید نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "اگر تم دونوں میری اذان کی آواز سن کر اِدھر آئے ہو تو ان کوہستانوں کے اندر منگولوں نے بھی اذان کی آواز سنی ہو گی وہ ضرور تمہارے تعاقب میں اِدھر کا رُخ کریں گے۔ شاید تم منگولوں کی فطرت سے واقف ہو گے، وہ جب کسی کا تعاقب کرتے ہیں تو اپنی یا دوسرے کی موت تک اس کا پیچھا کرتے ہیں اور پھر تم لوگوں نے تو ان کے کئی ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔ وہ ضرور تمہارا تعاقب جاری رکھیں گے۔ میں ان کی فطرت و جبلّت سے خوب واقف ہوں اور سنو! وہ منگول ——"

خلید کہتے کہتے رُک گیا کیوں کہ نیچے وادی میں اسے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنائی دی تھی۔ خلید چونک پڑا اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے میرے ساتھیو! تیار ہو جاؤ، تمہارا تعاقب کرنے والے منگول آ گئے ہیں۔"

انہوں نے اُٹھ کر دیکھا۔ نیچے وادی میں اپنے گھوڑے بگٹٹ دوڑاتے ان کی طرف آ رہے تھے۔ ان کی تعداد پندرہ کے قریب تھی۔ خلید نے ایک عزم سے اُن دونوں سے کہا۔ "آؤ، اپنے رب کا نام لے کر ان منگولوں سے نمٹ لیں۔ اپنی کمانیں سنبھال کر اس سامنے والی چٹان کی اوٹ میں بیٹھ جائیں اور جب یہ قریب آ کر اُوپر چڑھیں تو ان پر تیر اندازی شروع کر دیں۔ فکر مند نہ ہونا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ ہم ان پر قابو پا لیں گے۔"

تینوں نے اپنی کمانیں، ترکش، تلوار اور ڈھالیں سنبھالیں اور ایک چٹان کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گئے مرینہ بھی اُٹھی اور اپنی کمان سنبھال کر وہ خلید کے پہلو میں آ بیٹھی تھی خلید چٹان کی اوٹ سے منگولوں کو دیکھ رہا تھا۔

وادی سے نکل کر اب وہ اس ٹیلے پر چڑھنے لگے تھے جس کے اُوپر وہ چاروں چٹانوں کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ خلید نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "محتاط رہو۔ جب میں اشارہ کروں تو انہیں نشانہ بنا کر اُن پر لگاتار تیر برسانا شروع کر دینا۔" اس کے ساتھ ہی اپنے چلے پر تیر چڑھا لیا تھا۔

مرینہ کے علاوہ وہ دونوں بھی خلید کی تقلید میں تیر چڑھا کر اپنی کمانیں سیدھی کر چکے تھے۔ اچانک خلید نے اشارہ کیا اور چاروں نے ایک ساتھ منگولوں پر تیر اندازی شروع کر دی تھی۔ پندرہ میں سے آٹھ بری طرح چلّا کر اپنے گھوڑوں سے نیچے گر گئے۔ باقی سات اپنے گھوڑوں سے فوراً چھلانگیں لگا کر پتھروں کی اوٹ میں ہو گئے اور غیض و غضب کی حالت میں وہ پتھروں کی آڑ لیتے ہوئے آہستہ آہستہ اُوپر چڑھنے لگے تھے۔

خلید نے بڑی تیزی سے کچھ سوچا پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم دونوں یہیں اُوپر بیٹھو اور گاہے گاہے ان پر تیر اندازی کر کے انہیں یہاں اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہو۔ میں دائیں طرف سے نیچے جاتا ہوں اور ان کی پشت سے اِن پر حملہ آور ہوتا ہوں۔ اس طرح انہیں گھیر کر ہم آسانی سے ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

مرینہ نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔ "میں بھی آپ کے ساتھ نیچے جاؤں گی۔"

خلید نے کہا۔ "تو پھر آؤ میرے ساتھ جلدی کرو۔"

خلید اور مرینہ پتھروں کی اوٹ میں بڑی تیزی کے ساتھ دائیں طرف کا چکر لگا کر نیچے اُترنے لگے۔ ایک مناسب جگہ جا کر خلید نے سرگوشی میں کہا۔ "مرینہ! یہاں رک جاؤ۔ وہ دیکھو یہاں سے ہم منگولوں کو اُوپر چڑھتے صاف دیکھ سکتے ہیں۔"

دونوں ایک پتھر کی اوٹ میں رک کر بیٹھ گئے۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور پشت کی طرف سے منگولوں پر اُنہوں نے تیر برسائے جس سے تین اور منگول ختم ہو کر رہ گئے تھے۔ اب باقی چار منگول رہ گئے تھے۔ خلید اُٹھ کھڑا ہوا اور ان چاروں منگولوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"اب تم کھڑے ہو جاؤ۔ تم ہم سے بچ کر اب بھاگنا بھی چاہو تو نہیں بھاگ سکتے

یہ بیابان و دیولاخ اب تمہارا مدفن بنیں گے۔"

منگول کھڑے ہو گئے اور ان میں سے ایک نے خلید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔ اب دیکھنا ہماری تلواریں کس طرح تم پر برستی ہیں۔ یہ سنگلاخ ہمارا نہیں تمہارا مدفن بنیں گے۔"

منگولوں کے اس وقت اوسان خطا ہو گئے جب خلید کے قریب سے مرینہ اور ان منگولوں کی پشت سے خلید کے وہ دونوں ساتھی بھی اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر خلید نے نرم دھیمی آواز میں کہا۔ "مرینہ! مرینہ! میں ان منگولوں پر حملے کی ابتدا کرنے لگا ہوں۔ تم یہیں کھڑی رہنا۔ یہ چار منگول اب ہمارا سامنا نہ کر سکیں گے۔"

مرینہ نے ہمدردی اور چاہت میں کہا۔ "کیا اس نیک کام میں آپ کی میں مدد نہ کر سکوں گی۔"

خلید نے کہا۔ "ان چاروں کے لیے تو میں اکیلا ہی کافی تھا۔ اب تو ان کی پشت پر میرے دو شیر دل ساتھی بھی کھڑے ہیں۔ تم یہاں کھڑی ہو کر دیکھو ہم ان کا کیا حشر کرتے ہیں۔"

خلید آہستہ آہستہ جچے تُلے قدموں سے آگے بڑھا۔ اس کے پاس اس کی تلوار اور ڈھال تھی۔ منگولوں کی پشت سے اس کے آدمی بھی آگے بڑھنا شروع ہو گئے تھے۔ منگول بد حواس تھے کبھی وہ اپنے سامنے اور کبھی پشت کی طرف دیکھتے۔ پھر انہوں نے کوئی فیصلہ کیا۔ ایک خلید کی طرف اور تین اس کے دونوں ساتھیوں کی طرف بڑھے تھے۔

خلید کے مقابلے پر اپنا ایک ساتھی لا کر منگولوں نے حماقت کی تھی۔ شاید خلید کو پرکھنے میں ان سے غلطی ہوئی تھی۔ یا وہ ان کے لیے اجنبی تھا جب کہ دوسرے دونوں سے وہ پہلے ہی تیغ آزمائی کر چکے تھے۔

خلید نے آگے بڑھ کر اپنے پہلے ہی وار میں منگول کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر وہ تینوں کی پشت پر حملہ آور ہوا اور ان میں سے ایک کو کاٹ دیا۔ دوسرے دو منگول اپنے ساتھیوں کی موت پر سراسیمہ سے ہو گئے اور اسی سراسیمگی میں خلید کے دونوں ساتھیوں نے ان کا خاتمہ کر دیا۔

upload by salimsalkhan

خلید اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ٹیلے کے اُوپر اس جگہ آیا جہاں انہوں نے نماز ادا کی تھی۔ مرینہ بھی ان کے پاس آکھڑی ہوئی تھی۔ ان دو ساتھیوں میں سے ایک نے خلید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! آپ کی منزل شاید نیشاپور ہے۔ ہمیں اجازت دیں ہم اب یہاں سے مشرق کی جانب اپنے لشکر کو کوچ کرتے ہیں۔"

خلید نے کہا۔ "جلال الدین اور امین الملک دونوں سے میرا سلام کہنا میرے پورے حالات انہیں سنانے کے بعد انہیں خبر کرنا کہ میں نیشاپور سے ہو کر مجیر الملک کی بیوی اور بیٹیوں کی تلاش میں چنگیز خان کے لشکر میں جاؤں گا۔ اور سنو نیچے کھڑے منگولوں کے سارے گھوڑے پکڑ کر لے جاؤ۔ انہیں راستے میں بیچ کر تم دونوں آپس میں تقسیم کر لینا۔"

ان دونوں نے باری باری خلید سے مصافحہ کیا۔ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہ نیچے اُترے اور منگولوں کے سارے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے وہ مشرق کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ خلید اور مرینہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور جنوب میں نیشاپور کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

○

ابھی سورج غروب نہ ہوا تھا کہ خلید اور مرینہ نیشاپور شہر سے باہر ایک چوراہے پر جا پہنچے۔ وہاں سے ایک شاہراہ دشتِ کبیر سے ہوتی ہوئی بلخ شہر اور وہاں سے وہ دشتِ لوط کی بھول بھلیوں کی طرف نکل گئی تھی۔ ایک شاہراہ مغرب میں رے، قزوین، تبریز اور آذربائیجان کی طرف چلی گئی تھی۔ تیسری شاہراہ سیدھی جنوب میں اصفہان کو جا رہی تھی۔ خلید نے اس چوراہے پر اپنے گھوڑے کو روک دیا۔

مرینہ نے چونک کر پوچھا۔ "آپ رک کیوں گئے۔"

خلید نے کہا۔ "میں یہاں تمہیں الوداع کہتا ہوں۔ یہاں سے تم سیدھی اپنے نانا کے ہاں چلی جاؤ۔ میں یہاں سے مشرق میں ہرات شہر کا رخ کروں گا اور وہاں سے چنگیز خان کے لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔"

چند ثانیوں تک مرینہ بڑی حسرت سے خلید کو دیکھتی رہی اور اپنے ہونٹ کاٹتی رہی۔ اس کے چہرے پر کتنا دکھ، کتنی محرومی، لامحدود رنج اور انتہائی تکلیف دہ احساسات تھے۔ ایسا لگتا تھا اس میں تابِ گفتگو اور طاقتِ سخن نہ رہی ہو۔ اسے نہ اپنی حرکت پہ قابو رہا نہ گویائی پر چارہ۔ تاہم ان سارے احساسات کے پس منظر میں اس کی آنکھوں میں خلید کے لیے خاموش محبت اور دبی دبی چاہت بھی تھی۔

تھوڑی دیر تک مرینہ اپنی ہستی کے اسرار و رموز سے جنگ کرتی رہی۔ اس کا رنگ زرد، چہرہ اترا ہوا تھا اور اس کی پلکوں میں آنسوؤں کے قطرے چمکنے لگے تھے۔ پھر گویا اس نے اپنے آپ کو مجتمع کر لیا اور انتہائی غم آلود نگاہ خلید پر ڈالتے ہوئے اس نے بھرپور گداختگی اور سوز و تپش میں کہا۔

"میں آپ کو روکنے کا حق تو نہیں رکھتی لیکن آپ سے یہ التماس ضرور کروں گی کہ آپ میرے ساتھ میرے نانا کے گھر ضرور چلیں۔ میرے نانا اور ماموں آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ حالات اگر پھر کبھی آپ کو میرے نانا کے ہاں لائیں تو آپ ان کے لیے اجنبی نہ ہوں گے۔ کاش میں آپ کو ——"

خلید نے اسے نرم لہجے اور محبت میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مرینہ! مرینہ! میں تمہاری باتوں کا مطلب اور تمہاری گفتگو کے انداز کو سمجھتا ہوں۔ مرینہ! مرینہ! تم عندلیب کے ساتھ گنگنانے اور ستاروں کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہو۔ میرے ماں باپ عزیز و اقارب سب مارے گئے۔ میں شب و روز کا اسیر ہوں۔ میں اب کسی عظمت کی خواہش نہیں کرتا۔ اس فانی دہر میں اب میری زندگی پانی کے بلبلے اور ہوا کے اس جھونکے کی طرح ہے جو چاہے تو طوفانوں کی نظر کر دے، چاہے تو شمع کی مانند بجھا کر رکھ دے۔ میں اب ہر روز آتش فشاں کے اس دہانے پر رہتا ہوں جو بے قابو ہو کر کسی وقت بھی تباہی اور بربادی کا باعث بن سکتا ہے۔

مرینہ! مرینہ! اپنے ساتھ میں تمہیں محروم راحت نہیں کر سکتا۔ میں تمہاری باتوں کو سمجھتا ہوں۔ میں پتھر کا بت نہیں جو خاموش پڑا رہے۔ میں تمہارے ہر جذبے کو محسوس کرتا ہوں۔

خلید نے ذرا رک کر کہا۔ "مرینہ! میں تنگنائے زندگی کی ایک ایسی راہگزر ہوں جو کسی منزل کی نشاندہی کرنے کے بجائے صحرا کے طوفانوں میں کھو جاتی ہے۔ میں یادوں کے ان صحیفوں کی طرح ہوں جنہیں لوگ طاقِ نسیاں میں رکھ کر فراموش کر دیتے ہیں۔ میں کیسے تمہیں کسی خوش کن سحر کی امید دلاؤں۔ میں کس بنا پر تمہارے ساتھ تجدیدِ ملاقات کا عہد کروں۔ کاش میرا کوئی گھر ہوتا تو میں تمہارے نانا سے تمہیں اپنے لیے مانگ لیتا۔ جہاں تم میری رفاقت میں پُرسکون زندگی بسر کر سکتی۔"

پت جھڑ کی طرح اُداس مرینہ چند ثانیوں تک آسمان پر تیرتے سرمئی بادلوں کے دبیز ٹکڑوں کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے ایک کرب اور روہانسے انداز میں کہا۔ "آپ کا کوئی گھر نہیں رہا تو کیا ہوا۔ خدا کی قسم آپ میری قوم کے ان قیمتی جوانوں اور مقدس فرزندوں میں سے ہیں۔ جو اپنی ہمت مردانہ سے کوہستان کو رائی اور ذرے کو آفتاب بنا دیں۔ آپ جیسے جوان ہی تاروں کو بادبان بنا کر اپنی ملت اپنی قوم کو ہفت افلاک کی رفعت مہیا کرتے ہیں۔ کاش میں ان خیالات کو الفاظ کا روپ دے سکتی جو میرے دل میں آپ کے لیے ہیں کاش میں بے جھجک ہو کر آپ سے سب کچھ کہہ سکتی جو میں کہنا چاہتی ہوں۔

میرے نانا کے گھر کو آپ اپنا گھر جان کر میرے ساتھ چلئے۔ وہ سب آپ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوں گے۔ اگر آپ ان سے مجھے مانگیں بھی تو وہ ہرگز انکار نہ کریں گے۔ میں آپ کی رفاقت میں جنگل، بیابان اور ببول کی کسی جھونپڑی یا کھلے آسمان تلے بھی رہنے کو تیار ہوں۔ آپ میرے ساتھ چلیئے میں وعدہ کرتی ہوں کہ ایک رات سے زیادہ آپ کو نہ روکوں گی۔"

خلید نے اپنا گھوڑا مرینہ کے قریب لاتے ہوئے کہا۔ "چلو میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ اگر تم ایک ناتواں لڑکی ہو کر میرے لیے روحوں کے طوفان فرو کر سکتی ہو تو میں مرد ہو کر تمہارے لیے دشتِ اجل سے بھی سکون و طمانیت ڈھونڈ لاؤں گا۔"

محویت اور تفکر میں گُم مرینہ خلید کے اس فیصلے پر کسی تازہ آرزو کی طرح خرم و خنداں، کسی خیالِ نو کی طرح سکون آفریں اور نغمگیِ آبِ جُو کی طرح زمزمہ خواں ہو گئی تھی۔ اس کے دل میں خوشیوں کی گھر گھراہٹ اور آنکھوں میں سکون کی چمک آ گئی تھی۔ وہ چُپ اور خاموش شاداں و گل فشاں نخلِ بہار کی طرح بس خلید کو دیکھے جا رہی تھی۔

خلید نے پھر کہا۔ "چلو پھر چلیں۔"

مرینہ کی محویت ٹوٹ گئی۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس نے ہانک دیا اور دونوں شہر کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

○

ایک حویلی کے سامنے مرینہ گھوڑے سے اُتر گئی اور دروازے پر دستک دی۔ خلید بھی اپنے گھوڑے سے اُتر کھڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھے نے دروازہ کھولا۔ مرینہ بھاگ کر اس بوڑھے سے لپٹ گئی اور وہ بوڑھا مشفقانہ انداز میں اس کا سر چوم رہا تھا۔ علیحدہ ہو کر مرینہ نے خلید سے کہا۔ "یہ میرے نانا ابی سلوم ہیں۔"

اتنی دیر تک دس بارہ سال کی عمر کے دو لڑکے بھی وہاں آ گئے اور مرینہ انہیں لپٹا کر پیار کرنے لگی۔ مرینہ نے دوبارہ خلید سے کہا۔ "یہ دونوں عریب اور حباب میرے ماموں زاد ہیں۔ میرے ماموں کا نام سلافہ ہے۔"

پھر مرینہ نے ابی سلوم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "نانا! آپ انہیں دیوان خانے میں بٹھائیں۔ میں ان سے متعلق پوری تفصیل آپ کو بتاتی ہوں۔"

ابی سلوم نے اپنے دونوں پوتوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم میں سے ایک دونوں گھوڑوں کو اصطبل میں باندھو اور دوسرا بھائی مہمان کو دیوان خانے میں بٹھائے۔"

ابی سلوم مرینہ کو حویلی کے اندر لے گئے۔ دونوں لڑکوں میں سے ایک گھوڑے اصطبل کی طرف لے گیا اور دوسرا لڑکا خلید کو دیوان خانے میں بٹھا کر باہر بھاگ گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک خلید دیوان خانے میں اکیلا بیٹھا رہا پھر وہاں مرینہ کا نانا ابی سلوم، اس کا ماموں سلافہ اور دونوں بچے عریب اور حباب داخل ہوئے۔ پہلے ان سب نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ خلید کے ساتھ مصافحہ کیا اور اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اتنی دیر تک دروازے پر مرینہ نمودار ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی اس کے ماموں سلافہ نے بڑے پیار سے کہا۔ "اندر آ جاؤ بیٹی!

دروازے پر کیوں کھڑی ہو۔"

مرینہ مسکراتی اور لجاتی ہوئی کسی لچکتی ڈال اور الھڑ کامنی کی طرح لہراتی انگڑائی اور خاموشی سے اپنے نانا کے پاس بیٹھ گئی۔

ابی سلوم نے خلید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مرینہ مجھے پورے حالات سنا چکی ہے ہم سب تمہارے مشکور ہیں کہ تم نے مرینہ کی عزت اور جان کی حفاظت کی اور اسے یہاں تک پہنچایا تم نے جو مرو شہر کے تہ خانوں میں بند مسلمانوں کو نکالا اس سے تم ہماری نگاہوں میں اور زیادہ عزیز و مہربان ہو گئے ہو۔ مرینہ تمہاری شجاعت اور تیغ زنی کی بے حد تعریف کر رہی تھی۔ اس کی ممانی بھی تمہارے کردار سے سخت متاثر ہوئی ہے۔ وہ بھی تم سے ملے گی۔ اس وقت کھانے کی تیاری میں مصروف ہے۔"

اسی وقت ایک ادھیڑ عمر کی عورت ایک انگوچھے سے ہاتھ پونچھتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور خلید کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں کھانا پکانے میں ضرور مصروف تھی لیکن آگئی ہوں" اس نے پیار سے خلید کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "کاش میری قوم کے سارے فرزند تم جیسے ہو جائیں تو اس قوم کے لیے کوئی دکھ کوئی غم نہ رہے۔"

پھر وہ باہر نکلتی ہوئی بولی "میرا نام مریانہ ہے۔ میں مرینہ کی ممانی ہوں۔ کھانا تیار کر لوں پھر آ کر بیٹھتی ہوں۔"

مریانہ باہر نکل گئی۔ ابی سلوم نے پھر خلید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مرینہ کہہ رہی تھی، تم کل یہاں سے کوچ کر کے چنگیز خان کے لشکر میں جاؤ گے اور وہاں مرو کے قلعہ دار مجیر الملک کی بیوی اور بچیوں کو تلاش کرو گے۔"

خلید نے کہا۔ "جی ہاں میں انہیں چنگیز خان کے لشکر میں تلاش کرنے کے بعد واپس اپنے لشکر میں جاؤں گا۔ جلال الدین اور امین الملک بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں بھی بہت جلد اپنے لشکر میں شامل ہونا چاہتا ہوں کیونکہ عنقریب ہم چنگیز خان کے خلاف ایک بڑی مہم کا آغاز کرنے والے ہیں۔"

اس بار مرینہ کے ماموں [illegible] نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔ "لیکن تم اس خونی بھیڑیئے کے لشکر میں کیونکر داخل ہو گے اور پھر وہاں سے بچ کر کیسے نکلو گے؟"

خلید نے کہا۔ "میرے لیے اس کے لشکر میں داخل ہونا آسان ہے۔ میں ایک مجاہد کے علاوہ سنگتراش بھی ہوں۔ یہ کام میں نے اپنے عم سے سیکھا تھا اور چنگیز خان کے حملوں سے قبل میں تیغ زنی کی مشق کے علاوہ روزی کمانے کی خاطر سنگتراشی ہی کیا کرتا تھا۔

چنگیز خان قتل کرنے میں عورت، مرد، بوڑھے، بچے، اسلحہ و ضعیف کے درمیان تمیز نہیں کرتا لیکن کاریگروں کی وہ عزت کرتا ہے اور انہیں اپنے حلقہ میں جگہ دیتا ہے۔ ایک سنگتراش کی حیثیت سے میں اس کے پاس جاؤں گا۔ اور امید ہے میں اپنا کام نکالنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

ابی سلوم نے دعا دینے کے انداز میں کہا۔ "خداوند دو عالم تمہیں تمہارے نیک مقصد میں ضرور کامیاب کرے گا۔"

اتنی دیر میں باہر مرینہ کی ممانی کی آواز سنائی دی اس نے مرینہ کو بلایا تھا۔ مرینہ بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی اور دروازے پر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ "کھانا تیار ہے۔ پہلے کھا لیں پھر اپنی گفتگو مکمل کر لیں۔"

سلاقہ نے کہا۔ "یہیں لے آؤ بیٹی! یہیں سب اکٹھے بیٹھ کر کھا لیتے ہیں۔"

مرینہ کے وہیں کھانے کے برتن لگا دیئے اور سب مل کر کھانے لگے۔ کھانے کے بعد ابی سلوم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "خلید! خلید! اب تم آرام کرو بیٹے! کل صبح تمہیں یہاں سے کوچ بھی کرنا ہے۔"

سب اٹھ کر باہر چلے گئے۔ خلید دیوان خانے میں لگے بستر پر لیٹ گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند سو رہا تھا۔

دوسرے روز علی الصبح کسی نے خلید کا شانہ پکڑ کر ہلایا۔ خلید اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دیوان خانے کے اندر جلتی شمع کی غبار آلود روشنی میں اس نے دیکھا مرینہ اس کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اور شہر کے اندر سے فجر کی اذانیں سنائی دے رہی تھیں۔

مرینہ نے بھرپور محبت اور چاہت میں کہا۔ "اٹھیے نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ میں

نے آپ کی تیاری مکمل کر دی ہے۔ آپ کے گھوڑے پر زین ڈالی جا چکی ہے۔ آپ کے گھوڑے کی خرجین میں آپ کے لیے میں نے زادِ راہ بھی ڈال دیا ہے۔ آپ اٹھیں میں آپ کے نہانے کے لیے پانی رکھ آئی ہوں۔"

خلید اٹھ کھڑا ہوا۔ مرینہ کی راہنمائی میں اس نے نہا کر فجر کی نماز ادا کی پھر ابی سلوم، سلافہ، مرینہ اور اس کی ممانی کے ساتھ اس نے ناشتہ کیا پھر وہ سب اس کے ساتھ اصطبل میں آئے۔ خلید نے جب اپنے گھوڑے کی باگ تھامی تو ابی سلوم نے انتہائی شفقت سے کہا۔

"خلید! خلید! میں نہیں جانتا مرینہ سے متعلق تمہارے خیالات اور احساسات کیا ہیں لیکن جو کچھ مرینہ نے اپنی ممانی سے کہا ہے اس کی روشنی میں ہم سب نے مل کر ایک فیصلہ کیا ہے بیٹے! اگر تمہارا کوئی گھر اور ٹھکانہ نہیں رہا تو کیا ہوا مجھے تمہارے اہلِ خانہ کے مرنے کا سخت صدمہ ہے۔ آج سے یہ گھر تمہارا ہے اور مرینہ اس گھر میں تمہاری امانت ہے۔ تم جب چاہو اس سے شادی کر سکتے ہو۔"

خلید نے بڑی ممنونیت سے کہا۔ "میں آپ لوگوں کا احسان مند ہوں۔ مرینہ کی رفاقت یقیناً میرے لیے سکھ کا پیغام اور میری تاریک زندگی میں روشنی کی ایک شعل ثابت ہو گی۔ میں ایسی رفیقہ پر ہمیشہ فخر کروں گا۔ منگولوں کے لشکر میں نہ جانے میرے لیے حالات کیسے ہوں۔ اب جب کہ آپ سب لوگ مرینہ کو میرا ساتھی بنا چکے ہیں، میرے پاس کچھ اثاثہ ہے کیا میں اسے مرینہ کے حوالے کر سکتا ہوں۔ اس طرح اسے یہ احساس نہ ہونے پائے گا کہ وہ مرد میں اپنے ماں باپ کے گھر کے بجائے نیشاپور میں اپنے نانا کے ہاں رہتی ہے۔"

اس بار مرینہ کے ماموں سلافہ نے کہا۔ "تمہیں اس کی اجازت ہے بیٹے! اب مرینہ تمہاری امانت ہے تم ایک دوسرے پر مکمل بھروسہ اور اعتماد کر سکتے ہو۔ میں تو اس کے حق میں تھا کہ تم کچھ دن اور رکتے تو ہم تم دونوں کی شادی کر دیتے لیکن بابا کا خیال ہے یہ شادی تمہاری واپسی پر انجام ہو۔"

خلید نے اپنے گھوڑے کی خرجین میں ہاتھ ڈالا اور ایک بڑی چرمی تھیلی نکال کر اسے ابی سلوم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس میں زیورات ہیں۔ یہ میری ماں نے میری اور میرے بڑے بھائی کی شادی کے لیے پہلے ہی سے بنا کر رکھ لیے تھے۔"

ابی سلوم نے تھیلی کھول کر دیکھی۔ اس میں ڈھیر سارے زیورات کے اندر دو بھاری انگوٹھیاں تھیں۔ ابی سلوم نے ایک انگوٹھی نکال کر مرینہ کی انگلی میں پہنا دی۔ مرینہ بیچاری شرم سے دوہری ہو گئی اور اس کی گردن جھک گئی تھی۔ ابی سلوم نے زیورات کی تھیلی بھی مرینہ کو تھماتے ہوئے کہا۔ "یہ رکھ لو بیٹی! اب تم ہی ان کی امین ہو۔"

پھر خلید نے نقدی کی ایک تھیلی نکالی اور براہِ راست اس نے مرینہ کو تھماتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی رکھ لو۔ اس میں سنہری سکے ہیں جو تمہاری ساری زندگی کے اخراجات پورے کرنے کو کافی ہیں۔"

مرینہ نے چپ چاپ نقدی کی تھیلی خلید سے لے لی۔ خلید نے ابی سلوم اور سلافہ سے مصافحہ کیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ایک گہری نگاہ اس نے باری باری سب پر ڈالی اور دروازے کی طرف چل دیا۔ ابی سلوم، سلافہ، مرینہ اور مریانہ بھی دروازے تک اس کے ساتھ آئے۔

خلید نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے ایڑ لگا دی تھی۔ مرینہ بیچاری دروازے پر کھڑی اسے اپنی نگاہوں سے اوجھل ہوتے دیکھ رہی تھی۔

○

گرمیاں گزارنے کی خاطر چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ کوہستان ہندوکش کی شجر پوش بلندیوں پر خیمہ زن ہوا تھا۔ چوٹیوں سے نیچے وادیوں تک اس کے لشکر کے خیمے نصب تھے۔ ان وادیوں کے اندر چنگیز خان نے قیدیوں کو گندم کی کاشت پر لگا دیا۔

ان قیدیوں میں امیر، فقیر، قاضی اور غلام سب ہی طرح کے لوگ شامل تھے۔ اس کے لشکری پامال دربادوں کے ریشمی شامیانوں میں آرام کرتے تھے جب کہ ترک، اتابک اور ایرانی امرا کے بیٹے ان کی ساقی گری کرتے تھے۔ دنیائے اسلام کی مظلوم و بے سہارا عورتیں منگولوں کے پڑاؤ میں بے نقاب ماری ماری پھرتی تھیں۔

گیہوں کے کھیتوں میں کام کرنے والے مسلمان مزدور وحشت زدہ آنکھوں سے

ان عورتوں کو دیکھتے - ان کاشت کرنے والوں کے پاس ستر پوشی بھر کے چیتھڑے بمشکل ہی باقی رہ گئے تھے اور اپنے منگول آقاؤں کو کھانا کھلانے کے بعد وہ کتوں کے ساتھ بچے کھچے کھانے کے لیے چھین جھپٹ کرتے تھے۔

سرخ بالوں والا چنگیز خان اپنے بڑے خیمے میں بیٹھا تھا - اس کے ہاتھ میں ہاتھی دانت سے مرصع جریب تھا - اس جریب کی شکل ایک چھوٹے سے عصا کی تھی - وہ اس وقت مسلمانوں کے عظیم حکمران محمد خوارزم شاہ کے اس سنہری تخت پر بیٹھا ہوا تھا جو وہ سمرقند سے اپنے ساتھ لایا تھا - اس تخت پر خوارزم شاہ کا تاج اور شاہی عصا بھی رکھا ہوا تھا۔

اس کے خیمے میں اس کے بیٹے چغتائی، اوغدائی اور تولوئی اور اس کے مشہور زمانہ جرنیل بیٹھے تھے اور خیمے کے وسط میں دبیز قالین پر ایک مغنیہ بیٹھی گا رہی تھی - اس کی پیٹھ دروازے کی طرف تھی۔

وہ مغنیہ مستی سحر کی طرح حسین، خمارِ شام کی طرح پُرکشش، تازگیِ صبح کی طرح دل نواز اور حسین چاندنی رات کی طرح سحر انگیز تھی - وہ بربط بجاتے ہوئے گا رہی تھی - اس کا لہجہ عربی تھا اور وہ دھیمی صدی کے سے انداز میں کوئی گیت گا رہی تھی - اس کی آواز ضیا موزِ حرم اور وادیوں میں بجتی جلترنگ کی طرح ابھر ڈوب رہی تھی - اس کے گانے کے بول اس کی آواز کی شیرینی اور اس کے جسم سے اٹھتی ہوئی خوشبو، شمیم، مہک اور باس سے ہم آہنگ ہو کر غمِ دل کا تریاق بن رہی تھی۔

وہ گا رہی تھی لیکن خود انتہائی اداس اور افسردہ تھی جیسے وہ منگول سردار کا دل بہلانے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے دل کے معبد کا نغمہ گا رہی ہو اور اپنی روح کے صومعہ کا ناقوس بجا رہی ہو۔

ایک گیت ختم کر کے جب وہ حسین مغنیہ خاموش ہوئی اور دوسرے گیت کی تیاری کرنے لگی تو چنگیز خان کے بیٹوں کے پاس بیٹھا ڈھلی ہوئی عمر کا ایک باریش آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ چنگیز خان نے فوراً اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا - "حکیم غمدان کیا تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

اس حکیم غمدان نے مؤدب ہو کر کہا - "اے زمین پر خدا کی قوت! کیا میں نے آپ کی کوئی خدمت کی ہے اور وہ آپ کی نگاہوں میں قابلِ ستائش ہے"۔

چنگیز خان نے کہا - "ہاں! تم نے میری آنکھوں کا علاج کیا اور میں اچھا ہو گیا۔ ورنہ اب تک میں اندھا ہو چکا ہوتا اور حالات کی اس شیرینی اور وقت کی اس خوشبو سے لطف اندوز نہ ہو سکتا - اگر تم کوئی چیز طلب کرنا چاہتے ہو تو بلا جھجک کہو"۔

حکیم غمدان نے کہا "اے آقاؤں کے آقا! یہ مغنیہ مجھے سونپ دی جائے - میں اسے اپنی بیوی بناؤں گا"۔

اس نوجوان مغنیہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے حکیم غمدان کی طرف دیکھتے ہوئے خاموش احتجاج کیا۔

چنگیز خان نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا - "تمہاری خدمات کے صلے میں یہ مغنیہ میں نے تمہیں سونپی - سنو! میرے لشکر میں ابھی تک اسے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہے - یہ اچھوتی ہے اس لیے کہ اس کی آواز میں شہد و خوشبو ہے اور میں اس کے جسم کی نسبت اس کی آواز کی طرف زیادہ مائل رہا ہوں - اسے تمہیں سونپے جانے کے ساتھ ایک شرط بھی ہے - اسے تم اپنے ساتھ اپنے خیمے میں رکھو - ایک ہفتے کے اندر اندر اگر اسے تم اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس سے تمہاری شادی کر دی جائے گی اور اگر تم اسے اپنی طرف مائل نہ کر سکے تو اس سے تم شادی نہ کر سکو گے اور سنو! یہ تمہاری بیوی بن جائے یا نہ بن سکے یہ اسی طرح معمول کے مطابق ہر روز میرے خیمے میں آ کر گاتی رہے گی - اس پر کوئی سختی اور زیادتی نہ کرنا کہ میں نے ہمیشہ اسے عزیز رکھا ہے اس لیے کہ ــــــ"

چنگیز خان کہتے کہتے خاموش ہو گیا - کیوں کہ اس شامیانہ نما بڑے خیمے کے دروازے پر اس کا ایک محافظ نمودار ہوا تھا - چنگیز خان نے سوالیہ انداز میں اپنے محافظ کی طرف دیکھا۔

جواب میں وہ محافظ چنگیز خان کی طرف دیکھتے ہوئے کمان کی طرح جھکا اور مؤدب آواز میں اس نے کہا - "اے تاجدارِ زرّیں خیل! باہر ایک سنگتراش کھڑا ہے - وہ

نیشا پور سے آیا ہے اور آپ سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے۔"

چنگیز خان نے تیزی سے پہلو بدلتے اور اپنا عصا فرش پر بچھے دبیز قالین پر مارتے ہوئے کہا۔ "اسے اندر بھیجو اگر وہ اچھا سنگتراش ہے تو ہم اس سے کام لیں گے۔"

وہ محافظ مڑا اور مؤدب ہوتا ہوا باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد خیمے میں خلید داخل ہوا۔ اس کے موٹے سوت کے کپڑے دھول سے اَٹے ہوئے تھے۔ اور اس کے سر پر رکھے آہنی خود پر بھی گرد کی تہ جمی تھی۔

چنگیز خان چند ثانیوں تک بڑے انہماک اور غور سے خلید کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "تم مجھے سنگتراش کم اور تیغ زن زیادہ لگتے ہو۔"

خلید نے کہا۔ "ایک اچھا سنگتراش ہونے کے علاوہ میں ایک عمدہ تیغ زن بھی ہوں۔ اس لیے کہ تلوار زنی میرا آبائی پیشہ ہے اور سنگتراشی میری روزی کا ذریعہ رہا ہے۔ میرا نام خلید ہے۔ میں دونوں میں کمال و مکمل دسترس رکھتا ہوں۔"

چنگیز خان نے ذرا سخت لہجے میں پوچھا۔ "کیا تم دونوں کا امتحان دینا بھی پسند کرو گے؟"

خلید نے کہا۔ "جب آپ چاہیں، میں اس امتحان میں پورا اُتروں گا۔"

چنگیز خان نے پھر پوچھا۔ "اپنے سنگتراش ہونے کا ثبوت کب تک دے سکتے ہو۔"

خلید نے بڑے اطمینان اور سکون سے کہا۔ "آنے والی صبح تک اور تیغ زنی کا جب آپ چاہیں۔"

چنگیز خان نے کہا۔ "اگر میں ابھی اور اسی وقت چاہوں، تب؟"

خلید نے کہا۔ "میں تیار ہوں۔"

چنگیز خان نے کہا۔ "میں اپنے محافظوں میں سے جو سب سے کم تر ہے اُسے بلاتا ہوں۔ اگر تم اس سے بھی جیت گئے تو میں سمجھوں گا تم ایک اچھے اور خطرناک تیغ زن ہو۔"

خلید نے کہا۔ "یہ میری توہین ہے۔ آپ اپنے محافظوں یا اپنے لشکر سے اسے بلائیے جو سب سے عمدہ و اعلیٰ تیغ زن ہو۔"

چنگیز خان نے غصیلے انداز میں خلید کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے اپنے قریب رکھے لکڑی کے مضراب سے پیتل کے ایک طشت پر ضرب لگائی۔ پورا خیمہ آواز کی گہری گونج سے بول اٹھا۔ اسی وقت دروازے پر ایک محافظ نمودار ہوا اور چنگیز خان نے اس سے کہا۔ "اوتائی کو بھیجو، اسے کہو پوری طرح مسلح ہو کر آئے ایک اجنبی و نووارد سے اس کا تیغ زنی کا مقابلہ ہو گا۔" وہ محافظ سر جھکا کر لوٹ گیا۔

تھوڑی دیر بعد خیمے میں ایک خوب مسلح منگول جوان داخل ہوا۔ چنگیز خان نے خلید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس جوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے اوتائی! یہ جوان بنیادی طور پر ایک سنگتراش ہے لیکن تمہیں تیغ زنی میں مقابلے کی دعوت دیتا ہے۔ سنو! مقابلے میں اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ اس لیے کہ ایک سنگتراش کی حیثیت سے ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ بہتر ہو گا کہ اس کی تلوار کاٹ کر اسے زیر کر لو۔"

اوتائی جھکا اور اثبات میں اس نے گردن خم کر دی۔ حسین مغنیہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دائیں طرف کی نشستوں پر جا بیٹھی تھی اور پھر چنگیز خان کے اشارہ کرنے پر مقابلہ شروع ہو گیا۔ شروع میں دونوں ہی ایک دوسرے پر ڈھیلے اور سست روی سے وار کرتے رہے پھر اچانک ہی وہ دونوں طوفانی شکل اختیار کر گئے تھے اور ایک دوسرے پر والہانہ و جارحانہ بھرپور حملے شروع کر دیئے تھے۔

اوتائی نے کئی بار اپنی انتہائی کوشش کی کہ خلید کو کسی اچھے زاویے پر لا کر اس کی تلوار کاٹ دے لیکن خلید نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا تھا۔ وہ خلید کو زیر کرنا چاہتا لیکن اپنی تسخیر و ریاضت میں ایک پُر تلاطم دریا اور کسی نقش گر کی طرح اس پر غالب آتا دکھائی دے رہا تھا۔

اچانک چنگیز خان کے خیمے میں خلید نے ایک وحشی نعرہ مارا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پینترا بدلا اور اپنی تلوار ذرا بائیں طرف کا خم دے کر اسے پوری قوت سے دائیں جانب گرایا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اوتائی کی تلوار کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ خیمے میں ایک سحر آفریں خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ اوتائی اپنی کٹی ہوئی تلوار کا دستہ اپنے ہاتھ میں لیے بے بسی کی حالت میں کھڑا تھا۔

چنگیز خان کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے بھونچال کے جھٹکوں سے سمندر کانپ کر رہ گیا ہو۔ اپنے سر کو ایک جھٹکا دے کر اور چونکنے کے سے انداز میں چنگیز خان سنبھلا اور توصیفی انداز میں اس نے خلید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے جو دعویٰ کیا سچ کیا۔ لیکن تمہارے متعلق میرا فیصلہ بھی درست ہے کہ تم سنگتراش کے بجائے ایک عمدہ تیغ زن لگتے ہو۔"

خلید نے کہا۔ "آپ بے فکر رہیں۔ میں سنگتراشی میں بھی ایسا ہی ثابت ہوں گا اس کا ثبوت بھی میں کل صبح تک دوں گا۔ بشرطیکہ مجھے ایسی جگہ ٹھیرایا جائے جہاں سرخ پتھر کی چٹانیں ہوں جو اس کو ہستانی سلسلے اور آپ کے خیموں کے اندر جگہ جگہ موجود ہیں۔"

حکیم غمدان نے کہا۔ "سرخ پتھر کی چٹانیں تو میرے خیمے کے پاس بھی ہیں۔"

چنگیز خان نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔ "اے حکیم غمدان! تو پھر یہ سنگتراش جوان تمہارے ہی خیمے میں قیام کرے گا۔"

حکیم غمدان نے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیمہ بہت بڑا ہے اور وہاں اس سنگتراش اور تیغ زن کی موجودگی میرے لیے اطمینان اور دل جمعی کا باعث ہوگی۔"

چند ثانیوں تک خیمے میں خاموشی رہی جسے چنگیز خان نے ہی توڑتے ہوئے پھر خلید کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے ستودہ صفات جوان! لوگ میرا نام سن کر خوفزدہ ہوتے ہیں۔ تمہاری یہی بیباکی میرے لیے اطمینان اور خوشی کا باعث ہے کہ تم ایک لمبی مسافت طے کر کے میرے پاس آئے ہو۔"

پھر چنگیز خان نے اپنے پہلو میں رکھی نقدی کی تھیلیوں میں سے دو تھیلیاں اٹھائیں اور انہیں خلید کے قدموں میں پھینکتے ہوئے کہا۔ "یہ دونوں تھیلیاں اٹھا لو۔ ان میں سے ایک اس لیے ہے کہ تم نے اوتائی کو بے خطا نہ انداز میں زیر کر کے مقابلہ جیتا اور دوسری تمہارے لئے مرہ کے گزارے کے لیے ہے۔"

خلید نے دونوں تھیلیاں اٹھا کر اپنی چرمی پیٹی سے باندھ لیں۔ چنگیز خان نے اس بار خیمے میں کھڑے اوتائی سے کہا۔ "تم جا سکتے ہو۔"

اوتائی خاموشی سے باہر نکل گیا۔ پھر چنگیز خان نے حکیم غمدان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم اس نوجوان کو جس نے اپنا نام خلید بتایا ہے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس کا ہر طرح سے خیال رکھو اور اس کی ہر ضرورت کی دیکھ بھال کرو۔"

حکیم غمدان نے عاجزی کے انداز میں کہا۔ "کیا میں اس مغنیہ کو بھی جس کا نام طروب ہے اپنے ساتھ لے جاؤں۔ کیوں کہ اسے آپ مجھے بخش چکے ہیں اور میں اسے اپنے ساتھ اپنے خیمے میں رکھنے کا مجاز ہوں۔"

چنگیز خان نے کہا۔ "ہاں تمہیں اس کی اجازت ہے۔"

پھر اس نے خود ہی مغنیہ طروب سے کہا۔ "جاؤ تم بھی اس حکیم غمدان کے ساتھ جاؤ۔"

حکیم غمدان کے چہرے پر مسرت، کامیابی اور فتح مندی کے آثار تھے۔ وہ خلید اور مغنیہ طروب دونوں کو لے کر چنگیز خان کے خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔

○

حکیم غمدان کا خیمہ کافی بڑا تھا جو گھوڑے اور اونٹ کی کھالوں سے بنا تھا اور اسے تین بڑے کمرہ نما حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک حصے میں ادویات تھیں اور اسے توشک خانے کے طور پر بھی استعمال کیا گیا تھا۔ دوسرا حصہ حکیم غمدان کی خواب گاہ تھا اور تیسرا دیوان خانے کے طور پر استعمال ہوا تھا۔ حکیم غمدان خلید اور طروب کو لے کر اسی دیوان خانے میں آیا۔

دیوان خانے کی نشستوں پر بیٹھتے ہی خلید نے حکیم غمدان سے پوچھا۔ "آپ کون ہیں اور کس سلسلے میں چنگیز خان کے لشکر میں مقیم ہیں۔"

حکیم غمدان نے کہا۔ "میں سمرقند کا رہنے والا ہوں۔ شہر کی فتح کے بعد میں منگولوں کے ہاتھوں لگ گیا۔ ایک حکیم کی حیثیت سے انہوں نے میری عزت افزائی کی۔ کچھ عرصہ میں ان کے لشکر میں کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ چنگیز خان آشوب چشم کا شکار ہو گیا۔ میں نے اس کا علاج کیا اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس خدمت کے صلے میں اس سے میں نے آج اس مغنیہ کو مانگا اور اس نے بخوشی اسے میرے حوالے کر دیا۔"

اس مغنیہ نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا۔ "اے بزرگ حکیم! تم غلط بیانی اور مکذب سے کام لے رہے ہو، اس نے مجھے تمہارے حوالے نہیں کیا۔ اس شرط پہ تمہارے ساتھ روانہ کیا ہے

کہ اگر تم ایک ہفتہ کے اندر اندر مجھے اپنی طرف مائل کر سکے تو میری تمہارے ساتھ شادی کر دی جائے گی اور اگر تم ایسا نہ کر سکے تو ایک ہفتہ بعد میرا تمہارا کوئی تعلق نہ ہو گا۔"

خلید کچھ کہنے والا تھا کہ خیمے سے باہر کھٹکا ہوا پھر ایک جوان جو منگول تھا دیوان خانے کے دروازے پر نمودار ہوا اور حکیم غمدان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم سنگتراش جوان کے لیے نیا خیمہ اور مغنیہ طروب کا خیمہ اکھاڑ کر یہاں لائے ہیں۔ یہ کہاں نصب ہونے چاہئیں۔"

حکیم غمدان نے کہا۔ "یہ دونوں میرے ہی خیمے میں رہ لیتے دوسرے خیموں کی کیا ضرورت تھی؟"

منگول نے حقارت سے کہا۔ "ایسا خانِ اعظم کے حکم سے کیا جا رہا ہے۔"

حکیم غمدان خاموش ہو گیا۔ خلید اٹھ کر باہر آیا۔ اس کے پیچھے پیچھے طروب بھی دیوان خانے سے نکلی۔ خلید نے ایک سرخ رنگ کی چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیمہ اس چٹان کے قریب نصب کر دو لیکن یہ خیال رکھنا بارش کی صورت میں چٹان کا پانی میرے خیمے میں داخل نہ ہو۔ ایک چھتر میرے گھوڑے کے لیے بھی بنا دینا۔"

خلید جب خاموش ہوا تو طروب نے کہا۔ "میرا خیمہ بھی اس نوجوان سنگتراش کے خیمے سے متصل نصب کر دو۔"

خلید اور طروب دوبارہ خیمے کے اندر چلے گئے تھے اور وہ منگول مسلمان قیدیوں سے ان دونوں کے خیمے نصب کرانے لگے تھے۔

دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے خلید نے طروب سے پوچھا۔ "اے مغنیہ! تم کون ہو؟ کس غرض سے اور کیوں چنگیز خان کے لشکر میں داخل ہوئی ہو۔"

طروب چند ثانیوں تک خلید کو غور سے دیکھتی رہی پھر اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور بھرائی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔ "میں دریائے آمو کے کنارے اور گنج شہر کی رہنے والی ہوں اور مسلمان ہوں۔ آہ! ان منگولوں نے میرے شہر پر حملہ کیا۔ میری قوم کے سپوتوں نے ایک عرصہ تک مزاحمت کی اور شہر کی حفاظت کی۔ کئی بار شہر کے لشکر نے باہر نکل کر منگولوں کو شکست دی لیکن شہر کا محاصرہ طویل ہونے کی صورت میں وہ نڈھال ہوتے گئے اور کہیں سے بھی انہیں رسد و کمک اور خوراک نہ ملی۔ آخر وہ زیر ہو گئے۔

منگولوں نے ان سے مزاحمت اور اپنی شکستوں کا ایسا انتقام لیا کہ بچوں اور بوڑھوں تک کو انہوں نے ذبح کر دیا۔ پھر دریائے آمو کا رخ بدل کر انہوں نے اور گنج کی طرف کر دیا اور شہر کو صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دیا۔ مجھے اور چند کاریگروں کو زندہ چھوڑا گیا اور شہر کی کل آبادی کو خون میں نہلا دیا گیا۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا۔ میں اگر گا سکتی ہوں۔ چنگ و رباب بجا سکتی ہوں تو اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر کے میدانِ جنگ میں کمان اور تلوار بھی چلا سکتی ہوں۔"

طروب خاموش ہو کر خلید سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ وہی منگول ایک بار پھر دروازے پر نمودار ہوا اور خلید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "دونوں خیمے نصب ہو گئے ہیں اور ان میں ہم نے کئی یوم کی خوراک بھی ڈلوا دی ہے۔"

وہ منگول جوان جب چلا گیا تو خلید نے حکیم غمدان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میری قوم کے بزرگ! چنگیز خان کی آنکھیں ٹھیک کرنے کے بعد آپ نے مانگا بھی تو کیا؟ اپنی ہی قوم کی ایک بیٹی کو اس سے مانگ لیا۔ کاش آپ کوئی ایسی چیز مانگتے، کوئی ایسا مطالبہ کرتے جس میں قوم کی بہتری، ملت کی فلاح ہوتی۔ جس قوم کے بزرگوں کی یہ حالت ہو اس قوم پر کیوں عذاب نازل نہ ہو گا۔ بخدا منگولوں نے مسلمانوں کو زیر نہیں کیا بلکہ اپنی کم نگاہی، ناعاقبت اندیشی اور بے پروائی سے خود مسلمانوں نے مسلمانوں کو زیر کیا ہے۔

کاش یہ قوم سنبھلتی، کاش اس آوارہ ریوڑ جیسی قوم کی کوئی گڈریا حفاظت و رہنمائی کرتا۔ ہر طرف راکھ بکھری ہے۔ ہر طرف آگ اور خون ہے۔ شہروں اور قصبوں میں انسانی لاشیں سڑنے کی سڑاند ہے۔ ختا سے اصفہان اور اناطولیہ سے ہندوکش تک مسلم قوم میں تباہی پھیل گئی ہے۔ پھر بھی ہم خاموش ہیں اور ایک تماشائی بن کر سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ کاش اس قوم نے جلال الدین ہی کا ساتھ دیا ہوتا تو وہ ان بھیڑیوں کو یہاں سے نکال باہر کرتا۔"

خلید جب خاموش ہوا تو طروب نے بڑی ہمدردی سے رومانی انداز میں پوچھا۔

"آپ نے ہم سے تو پوچھ لیا لیکن آپ نے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا کہ آپ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور اس لشکر میں آنے کی کیا غرض و غایت ہے"۔

خلید وقتی طور پر جذباتی ہو گیا تھا لیکن وہ سنبھل گیا اور اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ "میں ایک سنگتراش کے علاوہ کچھ نہیں۔ بس میں صرف روزی تلاش میں ان لشکروں میں آن گھسا ہوں۔ اس کے علاوہ یہاں آنے کا میرا کوئی مقصد نہیں ہے"۔

حکیم غمدان نے کہا۔ "تم کھڑے کیوں ہو گئے ہو۔ بیٹھو، میں تمہارے لیے کھانا تیار کرتا ہوں"۔

خلید نے کہا۔ "نہیں میرا خیمہ نصب ہو چکا ہے اور اس میں وہ کھانے پینے کی اشیاء رکھ گئے ہیں۔ میں اپنا کھانا خود تیار کر سکتا ہوں"۔

خلید کے ساتھ جب طروب بھی اٹھ کھڑی ہوئی تو حکیم غمدان نے سختی سے پوچھا۔

"تم کہاں جا رہی ہو۔ تمہیں تو اسی خیمے میں رہنا ہے"۔

طروب نے سختی سے کہا۔ "اپنی زبان کو لگام دو۔ میں تمہاری بیوی نہیں کہ اس خیمے میں تمہارے ساتھ رہوں۔ خان کے حکم سے میرا اپنا خیمہ نصب ہو چکا ہے۔ میں اس میں رہوں گی۔ تم مجھے اپنی طرف مائل کر سکتے ہو تو کر دکھاتا، پر ایک بات ذہن میں رکھنا میری مرضی کے خلاف اگر تم نے حد سے تجاوز کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں اس قدر ہمت و جرأت رکھتی ہوں کہ تمہاری گردن کاٹ دوں"۔ خلید اور طروب خیمے سے باہر نکل گئے۔ حکیم غمدان انہیں دیکھتا رہ گیا تھا۔

شام ہونے والی تھی۔ خلید اپنے خیمے میں آیا۔ خیمے میں ضرورت کی ہر شے کے علاوہ اس کے لیے بستر بھی لگا ہوا تھا۔ قریب ہی چمڑے کی چادروں کا ایک چھپر بنا دیا گیا جس کے نیچے اس کا گھوڑا بندھا تھا اور اس کے آگے لکڑی کی ایک چھوٹی سی ناند میں چارہ ڈال دیا گیا تھا۔ گھوڑے کی زین اتار کر ایک طرف رکھ دی گئی تھی۔

خلید اپنے گھوڑے کے پاس آ کھڑا ہوا اور اس کی گردن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اتنے میں طروب اس کے پاس آئی اور بڑی نرمی اور ہمدردی میں اس نے کہا۔ اے میری قوم کے فرزند! اگر میں تیرے لیے کھانا تیار کروں تو کیا تو کھا لے گا؟"

خلید نے کہا۔ "اے مغنیہ! میں تیرے ہاتھ کا پکا کھانا کھا لوں گا"۔

طروب اپنے خیمے میں آئی اپنا طے کیا ہوا بستر اس نے خیمے کے اندر بچھایا۔ اپنے خیمے کے اندر سے اس نے کھانے پینے کی اشیاء لیں۔ خیمے سے باہر پتھروں کا چولہا بنایا اور اس میں آگ جلا کر وہ کھانا تیار کرنے لگی تھی۔

خلید نے اپنے گھوڑے کی زین سے بندھا سنگتراشی کا تیشہ اور دوسرے اوزار نکالے اور اپنے خیمے کے سامنے والی سرخ چٹان کو وہ اپنے انداز میں تراشنے لگا تھا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو طروب نے اسے بلایا۔ اس نے خاموشی سے اس کے ساتھ کھانا کھایا اور دوبارہ اپنے کام میں لگ گیا تھا۔

رات ہو گئی تھی۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے مشرقی افق سے نمودار ہوا تھا اور ہر شے کو چاندنی میں نہلا گیا تھا۔ کائنات کی ہر شے رنگ و نور میں ڈوب گئی تھی۔ چاندنی رات میں خلید اپنے کام میں بری طرح مصروف تھا۔ وہ اپنے اوزاروں سے سرخ چٹان پر بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا کہ طروب اپنے خیمے سے نکلی اس کے ہاتھ میں بربط تھا۔ خلید کے قریب ہی ایک پتھر پر آ کر وہ بیٹھ گئی۔ چند ثانیوں تک وہ بربط بجاتی رہی۔

خلید نے ایک بار اسے غور سے دیکھا۔ دوبارہ وہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا تھا۔ بربط بجانے کے ساتھ ساتھ طروب نے گانا بھی شروع کیا۔ وہ جو گیت گا رہی تھی وہ سمرقند کی تباہی، بخارا کی بربادی، مرو کی ویرانی اور دیگر اسلامی شہروں کی بدحالی کا دردناک گیت تھا۔ لگتا تھا طروب اپنے زخمِ دل سے نقاب اتار کر گا رہی ہے۔ اس کی حنا بستہ انگلیاں بربط سے کھیل رہی تھیں جب کہ اس کے خوب صورت ہونٹ ایسی زمزمہ خوانی کر رہے تھے کہ لگتا تھا اس کے دردناک گیت پر دشت و کہسار رو پڑے ہوں۔ برہنہ تن پیڑ ماتم کرنے لگے ہوں اور زمین کے نگران عناصر آہ و زاری پر مجبور ہو گئے ہوں۔

اچانک بربط بجنا بند ہو گیا اور طروب کے گیت کی آواز بھی ڈوب گئی۔ پھر خلید

نے صاف محسوس کیا کہ طروب سسکیاں اور ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ اس مسافر کی طرح جو اپنے احباب سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ رہا ہو۔

خلید اپنا تیشہ رکھ کر قریب ہی پتھر پر بیٹھی طروب سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ناگاہ طروب کی انگلیاں پھر بربط سے کھیلنے لگیں اور وہ دوبارہ تیشہ سنبھال کر کام کرنے لگا۔

طروب دوبارہ گا رہی تھی اس کی آواز میں پھر سحر طرازی اور غم و حزن تھا۔ وہ گویا دلِ شکستہ کی غمازی آواز میں اپنی قوم کی ہزیمت و کم ہمتی اور شکست و ریخت کا بھرپور نقشہ کھینچ رہی تھی۔ اس کی پرسوز آوازات کے سکون اور خاموشی میں یوں بکھر رہی تھی جیسے زندگی کی تلاطم خیز موجوں میں طمانیت سے عاری روحیں چیخ چلّا رہی ہوں۔

طروب کافی دیر تک گاتی رہی پھر وہ اپنا بربط اٹھائے خلید کے پاس آ رکی۔ رات اب گہری ہو گئی تھی۔ طروب چند ثانیوں ان نقوش کو دیکھتی رہی جو سرخ چٹان پر خلید نے ابھارے تھے۔ پھر اس نے بڑی ہمدردی سے پوچھا۔ "اے سنگتراش! اس سرخ چٹان پر چنگیز خان کو خوش کرنے کی خاطر تم کیا بناؤ گے؟"

خلید نے کہا۔ "اے میری قوم کی بیٹی! صبح تک جب میں اس کام کو مکمل کر چکوں گا تو تم میرے اس کام کو دیکھ کر خود ہی حیران رہ جاؤ گی۔"

طروب نے حیرت و تعجب سے پوچھا۔ "اس بار تم نے مجھے پہلے کی طرح مغنیہ کہہ کر کیوں نہیں پکارا؟"

خلید نے کہا۔ "جو لڑکی اپنی قوم کے لیے پرخلوص و فکرمند ہو اور اس کے متعلق اس کے احساسات و جذبات محبت و جاں نثاری پر مبنی ہوں ایسی لڑکی کو مغنیہ کہہ کر پکارنا اس کی توہین ہے۔ طروب! طروب! تم مسلم قوم کے لیے دردمند دل رکھتی ہو۔ تم عظیم و قابلِ عزت ہو۔"

طروب نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "کاش میں اپنی قوم کے لیے کچھ کر سکتی کاش میں ان مجاہدوں کی ہی خدمت کر سکتی جو رزم گاہوں میں اپنا خون بہا کر اپنی قوم کی عظمت اور ملت کی سطوت کو بلند و ارفع رکھنے کی سعی و جد و جہد کرتے ہیں۔ خلید! خلید! میرا دل کہتا ہے، آپ بھی بھیڑیوں کے اس لشکر میں یوں ہی داخل نہیں ہوئے۔ آپ مجھے سنگتراش کم اور سرفروش زیادہ لگتے ہیں۔ مجھے خبر ہے آپ مجھے نہیں بتائیں گے کہ آپ کس مقصد کے تحت اس لشکر میں داخل ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود میری دعا ہے کہ آپ کامیاب رہیں۔"

خلید نے بڑی ہمدردی سے کہا۔ "تم خوش رہو جاؤ۔"

طروب نے کچھ سوچنے کے انداز میں پوچھا۔ "کیا میں جان سکتی ہوں۔ بھیڑیوں کے اس لشکر میں آپ کی آمد کا کیا سبب ہے۔ کاش میں اس قابل ہوتی کہ آپ کی کوئی مدد کر سکتی۔ آپ مجھ پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کر سکتے ہیں۔"

خلید نے کہا۔ "تم سو جاؤ۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں صبح میں تمہیں اپنے یہاں تک آنے کے سارے واقعات کہہ دوں گا۔ تم ایسی لڑکی ہو جس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔"

طروب نے کہا۔ "تو کیا آپ نہیں سوئیں گے؟"

خلید نے کہا۔ "میں چنگیز خان سے وعدہ کر چکا ہوں۔ صبح تک مجھے اپنے اس کام کو مکمل کرنا ہے۔"

طروب اٹھ کر سونے کے لیے اپنے خیمے میں چلی گئی۔ خلید پھر اپنے کام میں لگ گیا تھا۔

○

دھوپ کافی چڑھ آئی تھی۔ سرخ رنگ کی جس چٹان پر خلید نے نقش و نگار کھودے تھے۔ اسی سے ٹیک لگا کر وہ سو گیا ہوا تھا۔ ساری رات جاگنے کے باعث وہ گہری نیند سویا ہوا تھا۔ سرخ چٹان پر جو اس نے نقش و نگار بنائے تھے۔ اس میں اس نے چنگیز خان کو خوارزم شاہ کے تخت پر بیٹھے دکھایا تھا اور اس کے سامنے اس نے طروب کو بربط بجاتے اور گاتے دکھایا تھا۔

طروب اور چنگیز خان دونوں کی شبیہہ خلید نے بڑی محنت اور جانفشانی سے بنائی تھی اور وہ کسی سنگتراش کے ہنر و کسب اور ریاضت کا بہترین شاہکار لگتا تھا۔

خلید اسی طرح چٹان کے سائے میں سویا ہوا تھا کہ طروب اپنے خیمے سے نکلی۔ خلید کے پاس کھڑے ہو کر وہ چٹان پر کھدے اپنے حسین خد و خال بڑے شوق و انہماک سے دیکھتی

رہی پھر اس نے خلید کا شانہ پکڑ کر جھنجوڑا۔ خلید اٹھ کھڑا ہوا اور آنکھیں ملنے لگا۔ پھر اس نے طروب کی طرف دیکھا جو اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اس سمے مرہم اور لبوں پر تریاق لگتا تھا۔

خلید نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "شاید میں نے زیادہ دیر نیند کر لی ہے۔"

طروب نے پھولوں پر پھوار برساتی آواز میں کہا۔ "آپ ساری رات جاگتے رہے ہیں اس لحاظ سے تو آپ کچھ بھی نہیں سوئے۔"

خلید نے چٹان پر کھدے نقش و نگار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میرا یہ کام کیسا ہے؟"

طروب نے خوشی و طرب میں کہا۔ "دشت و کہسار میں ایک سنگتراش کا یہ عمدہ ترین ثمرہ ریاضت ہے۔ میں آپ کو مبارک باد دیتی ہوں۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کو آپ کی اس محنت و سعی کا صلہ و انعام بھی مل گیا ہے۔"

خلید نے حیرت سے پوچھا۔ "کیسا انعام اور صلہ؟"

طروب نے کہا۔ "صبح جب سورج طلوع ہو رہا تھا تو چنگیز خان ادھر آیا تھا۔ وہ شاید یہی دیکھنے آیا تھا کہ سنگتراش نے کیا کیا ہے۔ وہ سرخ چٹان پر کھدے ان نقش و نگار کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے بیٹے اور جرنیل بھی تھے۔"

پھر طروب نے اپنی کمر سے بندھی نقدی کی ایک ننھی تھیلی کھولی اور خلید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "نقدی کی یہ تھیلی چنگیز خان آپ کے لیے انعام دے گیا تھا۔ وہ کافی دیر تک آپ کے بنائے ہوئے اس شاہکار کو غور، تعجب اور خوشی سے دیکھتا رہا۔ اس کے ایک جرنیل نے آپ کو جگانا چاہا لیکن چنگیز خان نے منع کر دیا۔ اس نے کہا تھا۔ شاید یہ رات پھر جاگ کر کام کرتا رہا ہے۔ لہٰذا اسے سونے دو۔"

خلید نے نقدی کی تھیلی طروب کو واپس لوٹاتے ہوئے کہا۔ "نقدی کی یہ تھیلی تم اپنے پاس ہی رکھو، جب مجھے ضرورت ہوئی میں تم سے لے لیا کروں گا۔"

طروب نے [illegible] سنبھال لی اور چہکتے ہوئے اس نے کہا۔ "اگر آپ مجھ پر اس قدر اعتماد ہی کر رہے ہیں تو اپنا وعدہ بھی پورا کیجئے جو رات آپ نے میرے ساتھ کیا تھا۔"

خلید نے حیرت سے پوچھا۔ "کیسا وعدہ؟"

طروب نے یاد دلانے کے انداز میں کہا۔ "وہی جو آپ نے کہا۔ آپ مجھے اپنے حالات کل سنائیں گے۔"

خلید نے ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بیٹھو میں تمہیں اپنے پورے حالات سناتا ہوں۔"

طروب اس کے کہنے پر ایک دوسرے پتھر پر بیٹھ گئی پھر خلید نے جلال الدین کے لشکر سے اپنا تعلق، مرو شہر کی طرف اپنا سفر، مرینہ سے ملاقات اور چنگیز خان کے لشکر میں داخل ہونے کی غرض و غایت کے پورے حالات طروب کو کہہ ڈالے تھے۔

خلید کے حالات سن کر طروب چند ثانیوں تک خاموش اور اداس بیٹھی رہی۔ اتنے میں خلید نے اس سے پوچھا۔ "کیا مرو کے قلعہ دار مجیر الملک کی بیوی اور بیٹیوں کو اس لشکر کے اندر تلاش کرنے میں میری مدد کرو گی؟"

طروب نے پختہ عزم میں کہا۔ "آپ بے فکر رہیں۔ میں آج ہی سے ان سے متعلق پوچھ گچھ اور تلاش کا سلسلہ شروع کر دوں گی۔ چنگیز خان آپ کو ایک اور کام سونپ گیا ہے۔ اس نے مجھے کہا تھا۔ اس سنگتراش سے کہنا کہ ہرے رنگ کے سنگ مرمر سے میرا ایک ایسا مجسمہ بنائے جس میں اپنے گھوڑے پر میں سوار ہوں۔ میرے بائیں ہاتھ میں گھوڑے کی باگیں ہوں اور دائیں ہاتھ میں تلوار اوپر کی طرف بلند ہو۔ تھوڑی دیر ہوئی مسلمان غلاموں کی مدد سے کچھ منگول جوان چنگیز خان کے کہنے پر ہرے رنگ کے سنگ مرمر کی ایک بڑی سل بھی رکھ گئے ہیں۔ چنگیز خان نے کہا تھا ایک ہفتہ بعد وہ پھر ادھر آئے گا اور اس وقت تک اس کا مجسمہ بنا ہوا ہونا چاہیے وہ حکیم غمدان سے بھی کہہ گیا تھا کہ ایک ہفتہ بعد وہ آکر یہ بھی دیکھے گا کہ تم مقتلیہ کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہوئے ہو یا نہیں۔"

خلید چند ثانیوں تک گردن جھکائے سوچتا رہا پھر غور سے اس نے طروب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم چنگیز خان کے لشکر میں اپنی حالت پر خوش ہو؟"

طروب نے دکھ اور تاسف میں نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بھیڑیوں کے

اِس لشکر میں میری حالت قفس میں بند پرندے جیسی ہے لیکن ربِّ عظیم کا صد شکر کہ یہاں چنگیز خان کی مطربہ اور مغنیہ ہونے کی وجہ سے میری عزت محفوظ ہے۔ میں آج تک اس قابل ہوں کہ اپنے تقدس کی قسم کھا سکوں۔"

خلید نے پوچھا "اگر میں تمہیں بھیڑیوں کے اس لشکر سے نکال لے جاؤں تو تم کہاں جانا پسند کرو گی؟"

طروب کی گردن جھک گئی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں اور اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میرا شہر جو دریائے آموں کے کنارے تھا تباہ و برباد ہو گیا کہیں اور میرا رشتہ دار بھی نہیں، نہ ہی کوئی ٹھکانہ ہے۔ میں کہاں جاؤں گی۔ بہتر ہے میں چنگیز خان کے لشکر میں پڑی رہوں اور اپنی موت کا انتظار کروں۔ میرا کوئی ٹھکانا نہیں جس کی میں آپ کو نشاندہی کر سکوں۔"

خلید کی گردن بھی جھک گئی تھی اور وہ گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ طروب نے اسے چونکاتے ہوئے کہا۔ "باتوں ہی باتوں میں مجھے خیال ہی نہیں رہا، میں آپ کے لیے کھانا تیار کر کے آپ کو جگانے آئی تھی۔ میں آپ کے لیے پانی بھی بھر کے رکھ آئی ہوں۔ اُٹھیں نہا کر کھانا کھالیں۔" خلید اُٹھ کھڑا ہوا اور خاموشی سے طروب کے ساتھ اس کے خیمے کی طرف چل دیا تھا۔

O

ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ خلید اپنے خیمے میں بیٹھا تھا، اس کے سامنے ہرے رنگ کے سنگِ مرمر سے چنگیز خان کا مجسمہ رکھا ہوا تھا جس میں اپنے گھوڑے پر سوار تھا بائیں ہاتھ میں اس نے گھوڑے کی لگام تھام رکھی تھی اور دائیں ہاتھ میں تلوار فضا میں بلند کر رکھی تھی۔ مجسمہ انتہائی خوب صورت تھا اور اس میں خوب صفائی اور چمک پیدا کی گئی تھی۔ خلید بڑی محویت سے مجسمے کو دیکھ رہا تھا کہ طروب بھاگتی ہوئی خیمے میں داخل ہوئی اور خلید کے قریب بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔ "میں آپ کے لیے ایک بُری خبر لائی ہوں۔"

خلید نے چونک کر پوچھا۔ "کیسی بُری خبر؟"

طروب نے کہا۔ "میں عمیر الملک کی بیوی اور بیٹیوں سے متعلق تفصیل حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ ایک منگول سردار نے اس کی دونوں بیٹیوں کو بے آبرو کرنا چاہا لیکن ان دونوں بہنوں نے اپنے اپنے خنجر سے خودکشی کر کے اپنے آپ کو بے آبرو ہونے سے بچا لیا۔ ان کی ماں نے ان کے بعد پاگلوں کی سی حالت میں چند روز گزارے پھر وہ بھی بیٹیوں کے غم میں مر گئی۔ اس کے علاوہ ایک اور خبر بھی ہے شاید وہ بھی آپ کے لیے دلچسپی کا باعث ہو ——"

طروب کہتے کہتے رُک گئی۔ کیوں کہ خیمے کے دروازے پر ایک منگول نمودار ہوا اور اس نے تنبیہ کرنے کے انداز میں کہا۔ "مستعد ہو جاؤ، خان زرین جبیل تمہارے خیمے میں اپنا مجسمہ دیکھنے آرہے ہیں۔"

خلید اور طروب اُٹھ کھڑے ہوئے اور خیمے سے باہر نکل آئے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے چنگیز خان اپنے گھوڑے سے اُترا، اس بار اس کے ساتھ صرف اس کے محافظ ہی تھے اس کا کوئی بیٹا یا جرنیل اس کے ساتھ نہ تھا۔

خلید کے خیمے میں داخل ہو کر چنگیز خان کچھ دیر تک اپنے اس مجسمے کو بڑے انہماک اور انتہائی خوشی کے عالم میں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے خلید کو نقدی کی ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا۔ "نیلے جاوداں آسمان کی قسم اس مجسمے کے جو نقوش میں نے اپنے ذہن میں تیار کر رکھے تھے تم نے ان سے بھی کہیں خوب صورت انداز میں اسے تیار کیا ہے۔"

چنگیز خان نے اپنے محافظوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس مجسمے کو لے جا کر میرے خیمے میں رکھو۔ احتیا۔۔۔ نہیں گر کر ٹوٹ نہ جائے۔"

دو محافظ مجسمہ کو اُٹھا کر لے گئے۔ چنگیز خان خیمے سے باہر آیا اور ۔۔۔ ان کے خیمے کی طرف منہ کر کے اسے پکارا۔ حکیم غمدان تیز تیز چلتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ چنگیز خان نے پوچھا۔ "کیا تم اس لڑکی طروب کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہوئے ہو؟"

حکیم غمدان نے بڑی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے بڑا صدمہ ہے کہ طروب میری طرف مائل ہونا تو دور کی بات مجھ سے گفتگو تک کرنا پسند نہیں کرتی۔"

چنگیز خان نے غصے کی حالت میں کہا۔ "میں ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو ۔۔۔ کو

تسخیر نہ کر سکیں ۔ اس کے ساتھ ہی چنگیز خان نے اپنے ایک محافظ کو مخصوص اشارہ کیا ۔ وہ محافظ حکیم عمران کو پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور تلوار مار کر اس کی گردن کاٹ دی ۔

چنگیز خان کے سامنے آتے ہوئے کہا ۔ "اے خان ندین خیل ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس سنگتراش جوان کے ساتھ رہ سکوں" ۔

چنگیز خان نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ "تمہیں اس کی اجازت ہے ۔ چنگیز خان اپنے محافظوں کے ساتھ چلا گیا ۔

خلید اور طروب خیمے میں داخل ہوئے ۔ خلید نے پھر اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے پوچھا "تم کوئی اور خبر کہتے کہتے خاموش ہو گئی تھی کیوں کہ چنگیز خان آ گیا تھا" ۔

طروب نے بڑی رازداری سے کہا ۔ "منگول آنے والی رات یا کل دن کو یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں" ۔

خلید نے تفکر میں پوچھا ۔ "کیوں ؟"

طروب نے کہا ۔ "چنگیز خان کے جاسوس خبر لائے ہیں کہ ہرات میں بغاوت ہو گئی ہے اور وہاں مسلمان مجاہدین نے ہرات کی حفاظت پر مقرر منگول لشکر کو تہ تیغ کر دیا ہے ۔ اس کے علاوہ کوہستان ہندوکش کے مشرق میں جلال الدین خوارزم شاہ ایک بہت بڑا لشکر جمع کر چکا ہے اور اب وہ کسی بھی وقت منگولوں پر تباہ کن ضرب لگا سکتا ہے ۔ چنگیز خان اپنے بیٹے تولی خان کو ہرات کی بغاوت فرو کرنے کے لیے روانہ کر رہا ہے جب کہ خود چنگیز خان اپنے دوسرے بیٹوں اور جرنیلوں کے ساتھ جلال الدین کے استیصال کو روانہ ہو گا" ۔

خلید نے کہا ۔ "میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کر رہا ہوں ۔ اب میرا اپنے لشکر میں واپس جانا انتہائی اہم ہو گیا ہے ۔ اس کے علاوہ جس کام کے لیے مجھے روانہ کیا گیا تھا وہ بھی ہو گیا ہے ۔ مجیر الملک کی بیوی اور بیٹیاں مر چکی ہیں ۔ اب میرا یہاں رکنا فضول ہے ۔ اس کے علاوہ میں جلال الدین سے جا کر چنگیز خان کے کوچ کی خبر کہوں گا ۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں مرینے سے مل کر اپنے لشکر میں جاؤں گا لیکن اب میں سیدھا اپنے لشکر کو روانہ ہوں گا" ۔

طروب پریشان ہو گئی اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا ۔ خلید نے رازداری سے پوچھا "کیا تم میرے ساتھ جانا پسند کرو گی" ۔

طروب نے دبی دبی مسکراہٹ میں کہا ۔ "میں آپ کے ساتھ جانے سے کیسے اور کیونکر انکار کر سکتی ہوں" ۔

خلید نے اسے تسلی دینے کے انداز میں کہا ۔ "طروب ! طروب ! تم فکرمند اور غمگین نہ ہونا ۔ میں تمہیں تنہا نہ چھوڑوں گا ۔ میں تم سے شادی کر لوں گا اور تمہیں ایک پرسکون اور صاف ستھرا ماحول مہیا کروں گا" ۔

خوشی سے طروب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے ۔ اس نے بھیگی پلکوں میں اور لرزتے ہونٹوں سے کہا ۔ "آپ کی رفیقہ حیات کی حیثیت سے میں ہمیشہ اپنی ذات پر فخر کروں گی ۔ بخدا آپ جیسے مجاہد کی رفاقت اور خدمت بھی ایک عبادت ہے لیکن پہلے مرینے آپ کی شادی ہو گی ، اس کے بعد میں آپ کے نکاح میں آؤں گی ۔ اس لیے کہ میری نسبت وہ آپ کی زیادہ حقدار ہے" ۔

خلید نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا ۔ "تو پھر اٹھو ، جلدی کرو یہاں سے کوچ کریں ۔ میں گھوڑے پر زین ڈالتا ہوں ۔ تم ضروری اشیاء کسی کپڑے میں باندھ کر گٹھڑی بنا لو" ۔

طروب نے فکرمندی سے کہا ۔ "بھیڑیوں کے اس لشکر میں داخل ہونا آسان ہے لیکن یہاں سے نکلنا انتہائی مشکل اور دشوار ہے ۔ لشکر کے زیادہ تر منگول اب آپ کو اور مجھے دونوں کو پہچانتے ہیں ۔ نہ بھی پہچانتے ہوں تب بھی وہ ہر اس شخص سے سخت پوچھ گچھ کرتے ہیں جو لشکر سے باہر نکل رہا ہو ۔ کیوں کہ لشکر میں ان گنت مسلمان غلام ہیں جن کی طرف سے منگولوں کو جاسوسی کا خطرہ ہے لہذا چنگیز خان نے اپنے لشکر کے چاروں اطراف میں محافظ مقرر کر رکھے ہیں جو ہر آنے جانے والے پر گہری نظر رکھتے ہیں ۔ آپ انہیں مطمئن کرنے کے لیے کیا کہیں گے ۔

خلید نے کہا "مجھے خبر ہے لشکر کے چاروں طرف سخت پہرہ ہے ۔ اگر ہم میں سے کسی نے پوچھا ۔ تو میں انہیں کہوں گا کہ میں چنگیز خان کا سنگتراش ہوں اور اس کا کوئی بے مثل مجسمہ بنانے کے لیے میں کسی اچھے اور عمدہ قسم کے پتھر کی تلاش میں ہوں ۔ ایسی صورت میں وہ ہم دونوں سے کوئی تعرض نہ کریں گے ۔ تم بھی یہی بات کہنا بلکہ یہ اضافہ بھی کرنا کہ میں چنگیز خان کی مغنیہ طروب ہوں ، اور

چنگیز خان مجھے اس سنگتراش کے حوالے کر چکا ہے"۔ طروب نے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔" ہاں ایسا کہنے سے ہم ضرور ان کے ہاتھوں سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے"۔

خلید نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔" میں اپنے گھوڑے پر زین ڈالتا ہوں تم بھی تیار ہو کر باہر آجاؤ"۔

خلید چھپر تلے بندھے اپنے گھوڑے کے پاس آیا۔ جلدی جلدی اس پر زین کسی خوراک کا توبرا بھر کر زین سے باندھ لیا۔ اتنی دیر تک طروب بھی ضروری سامان ایک گٹھڑی میں باندھ کر باہر آگئی۔ خلید نے اس سے گٹھڑی لے کر خرجین میں ڈال دی۔ پہلے وہ خود گھوڑے پر سوار ہوا پھر اس نے طروب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور گھوڑے کو اس نے ایڑ لگا کر مشرق کی طرف ہانک دیا تھا۔

مشرق کی طرف جہاں چنگیز خان کے لشکر کے آخری خیمے تھے ان سے تقریباً ایک میل باہر کسی نے للکار کر خلید اور طروب کو روکا۔ خلید نے کسی گھبراہٹ، کسی پریشانی کے بغیر اپنے گھوڑے کو روک لیا۔

کوہستانی سلسلے کے پتھروں کے پیچھے سے دو منگول نمودار ہوئے وہ گھوڑے کے سامنے آکر رکے اور خلید کو مخاطب کر کے کہا۔" تم کون ہو اور اس لڑکی کو لے کر کہاں جا رہے ہو"۔

دوسرے نے کہا۔" اس لڑکی کو تو میں جانتا ہوں، یہ بوگدو (چنگیز خان) کی مغنیہ ہے"۔

خلید نے کہا۔" اور میں تمہارے بوگدو کا سنگتراش ہوں۔ میرا نام خلید ہے۔ تمہارا خان اس مغنیہ کو میرے حوالے کر چکا ہے۔ میں اس مغنیہ کو لے کر نکلا ہوں تاکہ کوئی قیمتی پتھر تلاش کروں اور اس سے تمہارے بوگدو کا مجسمہ بناؤں۔ اگر تمہیں کوئی شک ہو تو تم مجھے چنگیز خان کے پاس لے جا سکتے ہو"۔

پہلے منگول نے فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔" مغنیہ طروب کی خاموشی اس امر کی گواہ ہے کہ تم سچ کہتے ہو، لہذا تم جا سکتے ہو"۔ خلید نے پہلے سے اطمینان کے ساتھ گھوڑے کو ایڑ لگا

دی اور آگے بڑھ گیا۔

خلید اور طروب بڑی تیزی سے مشرق کی طرف سفر کرتے رہے۔ شام سے تھوڑی دیر قبل جب کہ وہ کوہستانوں سے گھری ہوئی ایک وادی میں سفر کر رہے تھے ان کے پیچھے سے دو نوں منگول نمودار ہوئے جنہوں نے اپنے لشکر سے باہر ان سے پوچھ گچھ کی تھی۔ دونوں اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے جب قریب آئے تو خلید نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور اسے موڑ کر کھڑا ہو گیا۔

قریب آکر منگولوں نے اپنے گھوڑوں کو روکا پھر ایک نے قہر برساتی نگاہوں سے خلید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔" تم تو یہ کہہ کر لشکر سے نکلے تھے کہ تم بوگدو کے مجسمے کے لیے کسی قیمتی پتھر کی تلاش میں نکلے ہو جب کہ تم لگاتار بڑی تیزی سے مشرق کی طرف سفر کرتے آئے ہو۔ کوئی ہمیں دھوکہ دے کر اور بچ کر نکل جائے، یہ ممکن نہیں۔ ہم نے بڑی رازداری سے تمہارا تعاقب کیا اور آخر تمہیں آلیا۔ ہم جانتے ہیں تم دونوں مسلمان ہو اور تم دونوں کا رخ بھی جلال الدین خوارزم شاہ کے لشکر کی طرف ہے اور اب ہم تمہیں اس طرف جانے نہ دیں گے"۔

طروب نے فوراً اپنی تلوار سنبھال لی۔ خلید پہلے ہی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال چکا تھا۔ پھر وادی کے اندر خلید کی قہر برساتی آواز بلند ہوئی۔" واللہ! تم تو صرف دو ہو، تمہارے جیسے چھ منگول اور ہوں تو بھی وہ میری راہ نہیں روک سکتے۔ مجھے جلال الدین کے لشکر میں ہر حال ہر صورت میں جانا ہے۔ واپس لوٹ جاؤ اور مجھے جانے دو ورنہ یاد رکھو ان کوہستانوں، ان وادیوں کے اندر تمہاری رگوں سے سارا خون اور تمہاری ہڈیوں سے گودا تک نکال باہر پھینکوں گا"۔

ایک منگول نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔" سنگتراش ہو کر گفتگو تو ایسے کرتے ہو جیسے تمہاری ساری عمر تیغ زنی اور جنگ میں گزر گئی ہو۔ جب ہم دونوں کی تلواریں تم پر برسیں گی تو ساری سنگتراشی، ساری صناعی بھول جاؤ گے"۔

خلید نے کہا۔" اے دشت کے بھیڑیو! یہ تمہاری بھول ہے، یاد رکھو، جب میں سنگتراش سے سر تراش بنا تو تم اپنے دفاع کا ہر حربہ، اپنی مزاحمت کی ہر تدبیر بھول

جاؤ گے۔" اس کے ساتھ ہی خلید نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھایا تھا۔

ایک لہر ایک ترنگ میں خلید نے آگے بڑھ کر دونوں منگولوں پر حملہ کر دیا تھا۔ ان دونوں سے ٹکراتے ہوئے وہ یوں لگ رہا تھا جیسے رزمِ باطل میں کوئی سفیرِ حق ابھرا ہو۔ دونوں منگولوں نے انتہائی کوشش کی کہ وہ خلید پر قابو پا کر اسے زیر کر لیں لیکن انہیں بری طرح ناکامی ہوئی تھی۔

خلید ان کے وار روکنے کے بعد جارحانہ حملے کرتے ہوئے کسی غول وبلستان لیل مظلم، فنا کے نقوش کی تند آندھی اور شعلہ گر کی طرح اپنی چمکتی اور موت پارتی تلوار کے ساتھ ان پر نازل ہو رہا تھا۔ اچانک خلید کی تلوار ان میں سے ایک کی پسلیوں پر گری اور اسے چیرتی کاٹتی نکل گئی تھی۔ دوسرے نے جونہی چونک کر اور بدحواس ہو کر اپنے مرنے والے ساتھی کی طرف دیکھا، خلید کی تلوار دوبارہ ابھر کر پلک جھپکنے میں گری اور دوسرے کو بھی دو میں کاٹتی چلی گئی تھی۔

خلید اور طروب دونوں اپنے گھوڑے سے اُترے۔ پہلے انہوں نے ان کے گھوڑوں سے بندھے ہوئے سارے سامان کی تلاشی لی پھر خلید نے ان دونوں منگولوں کے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہو گیا اور دوسرے گھوڑے کی لگام زین سے باندھ لی۔

طروب اس موقع پر خلید سے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ خلید نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" طروب! طروب! فوراً میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور یہاں سے کوچ کر چلیں۔" طروب جلدی جلدی خلید کے گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر ہانک دیا تھا۔

○

ایک روز خلید طروب کے ساتھ جلال الدین خوارزم شاہ کے لشکر میں داخل ہوا اور اپنے گھوڑے کو اس نے جلال الدین کے خیمے سے باہر روکا۔ ابھی وہ اپنے گھوڑے کو ایک درخت کے ساتھ باندھ ہی رہا تھا کہ خیمے کے اندر سے اسلام کا شیر دل فرزند اور رجلِ عظیم جلال الدین اور اس کا جرنیل امین الملک نکلے اور مسکراتے ہوئے وہ خلید کی طرف بڑھے۔

خلید نے جلدی جلدی گھوڑا باندھا اور ان دونوں کی طرف بڑھا۔ طروب اپنے گھوڑے کے پاس ہی کھڑی رہی۔

خلید نے آگے بڑھ کر دونوں سے مصافحہ کیا۔ جلال الدین نے ایک جھکی جھکی نگاہ گھوڑے کے پاس کھڑی طروب پر ڈالی پھر اس نے خلید سے پوچھا۔" یہ لڑکی کون ہے اور جس مہم پر تم گئے تھے اس کا کیا بنا؟"

ان دونوں کے سامنے کھڑے ہی کھڑے خلید نے مرینہ سے ملاقات، مرو کے تر خانوں سے مسلمانوں کی رہائی، نیشاپور تک کا سفر، وہاں سے مجیر الملک کی بیوی اور بیٹیوں کی تلاش میں چنگیز خان کے لشکر میں دخول، چنگیز خان سے گفتگو، طروب سے ملاقات، مجیر الملک کی بیوی اور بیٹیوں کی مرگ، حکیم غمدان کی موت، چنگیز خان کے بیٹے تولی کی ہرات اور چنگیز خان کی جلال الدین کی طرف روانگی کی تیاری اور طروب کے ساتھ چنگیز خان کے لشکر سے فرار کی پوری داستان تفصیل سے سنا ڈالی تھی۔

مجیر الملک کی بیوی اور بیٹیوں کی موت کا سن کر چند ثانیوں تک امین الملک آنکھیں بند کیے اپنے ہونٹ کاٹتا رہا جب کہ جلال الدین بڑی بے بسی اور ترحم کے جذبے سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے امین الملک کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہمدردی سے بھرپور آواز میں کہا۔

" صبر اے امین الملک صبر! افراط و تفریط اور بپا شور۔ اس دور میں صبر اور استقامت ہی ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا کر سکتے ہیں۔ تم نے دیکھا نہیں میرا شہنشاہ باپ بحیرہ خزر کے ایک انجان سے جزیرے میں گمنامی کی موت مارا گیا اور میری ماں چنگیز خان کی قید میں ہے۔ صبر امین الملک صبر!"

امین الملک نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا اور جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔" اے آقا! میں ہر حال میں آپ کے ساتھ ہوں۔ کوئی بھی صدمہ مجھے اپنے فرائض سے آنکھیں بند کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔"

جلال الدین نے کہا۔" اگر چنگیز خان ہماری طرف بڑھا تو رستے میں کو جتان بلما کے

اندر جا دا شہر بامیان پڑے گا، لہٰذا ہمیں اس شہر کی حفاظت کا انتظام کرنا چاہیے بلکہ اس شہر سے باہر دشمن کے ساتھ ہمیں چھاپہ مار جنگ کی تیاری کرنا ہو گی۔ مجھے اُمید ہے ہم چنگیز خان کو ان کوہستانوں کے اندر ذلت آمیز شکست دیں گے۔"

جلال الدین خاموش ہوا پھر خلیدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "طروب کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

خلیدہ نے کہا۔ "یہ میرے ساتھ رہ کر جنگوں میں حصّہ لے گی۔"

جلال الدین نے امین الملک سے کہا۔ "ان دونوں کے آرام کا بندوبست کرو۔" امین الملک، خلیدہ اور طروب دونوں کو خیموں کے شہر میں ایک طرف لے گیا تھا۔

○

اس موسمِ خزاں میں چنگیز خان نے اپنے بیٹے تولی کو ہرات کی بغاوت فرو کرنے کے لیے مغرب کی طرف روانہ کیا اور خود اس نے ایک جرار لشکر کے ساتھ جلال الدین کی طرف کوچ کیا۔

مشرق کی طرف سفر کرتے ہوئے، کوہستان بابک کے بیچوں بیچ گزرتے ہوئے چنگیز خان بامیان شہر کے سامنے آنمودار ہوا۔ اس نے اس شہر کی وسعت اور اس کی مضبوط صاف ستھری فصیلوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ یہاں اس کے جاسوسوں نے اسے خبر دی کہ جلال الدین بھی کوچ کر کے یہاں سے چند میل مشرق میں خیمہ زن ہے۔

اپنے لشکر کی اَن گنت تعداد کو دیکھتے ہوئے چنگیز خان نے یہاں اپنے لشکر کو دو حصّوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصّہ اس نے اپنے ایک ارخون کی سرکردگی میں اس نے جلال الدین کی سرکوبی کو روانہ کیا اور خود اس نے بامیان شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جلال الدین کی طرف بڑھنے کے لیے راستے میں پڑنے والے اس شہر کو فتح کیا جائے تاکہ جلال الدین تک سارے راستے بے خطر ہو جائیں۔

دوسری طرف جلال الدین بھی چنگیز خان کی ایک ایک حرکت سے آگاہ تھا۔ اس کے جاسوس ساری خبریں دن رات اس تک پہنچا رہے تھے۔ جلال الدین نے بھی اپنے لشکر

کو تین حصّوں میں تقسیم کیا۔

لشکر کا قلب اس نے اپنے پاس رکھا۔ میمنہ کا کمانڈر امین الملک کو بنایا اور میسرہ اس کے ایک پُرانے عرب جرنیل کی کمان میں تھا۔ قلب اور میمنہ کو جلال الدین نے چنگیز خان کے اس لشکر کے لیے تیار کیا گیا جو اس کے ایک ارخون کی سرکردگی میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میسرہ کو اس نے اپنے عرب جرنیل کی سرکردگی میں چنگیز خان کے مقابلے میں بامیان کے شہروں اور وہاں مقیم لشکر کی مدد کو روانہ کر دیا۔ خلیدہ اور طروب بھی اسی میسرہ میں شامل تھے۔

چنگیز خان کے وہ ارخون اپنے ٹڈی دل لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے جلال الدین کی طرف بڑھا اس کا ارادہ تھا کہ وہ جلال الدین کو عبرت خیز شکست دینے کے بعد بامیان کے محاصرے میں چنگیز خان سے آملے گا۔ اس کی اُمیدوں کے برخلاف جلال الدین بہت پہلے اس کے سامنے آنمودار ہوا۔ حالانکہ ارخون کا اندازہ تھا کہ تیس میل اور مشرق کی طرف جا کر اس کی مڈھ بھیڑ جلال الدین سے ہو گی لیکن شیر دل جلال الدین برق رفتاری سے تیس میل کی یہ مسافت طے کرتا ہوا کوہستانوں سے گھری ایک کھلی وادی میں اس کے سامنے آنمودار ہوا تھا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کو دیکھتے ہی حملہ آور ہو گئے۔

جلال الدین کے لشکر میں اکثریت ترکوں اور افغانوں کی تھی۔ منگول بڑی تیزی سے اُمڈے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ بہت جلد جلال الدین کو میدانِ جنگ سے بھگا کر بامیان شہر کی طرف لوٹ جائیں گے تاکہ شہر ان کی موجودگی میں فتح ہو اور وہ لُوٹ کھسوٹ میں شامل ہو سکیں۔

لیکن یہاں معاملہ کچھ اُلٹ تھا اور ایک کربناک حقیقت سامنے آئی تھی۔ جلال الدین کی سرکردگی میں افغان اور ترک جمالِ حق کے مظہر اور رحمتِ رب کے محرم بن کر مزاحم ہوئے تھے وہ مقدس جذبوں کے شہید بن کر آگے بڑھے تھے اور ایک ایک لشکری کئی کئی منگولوں کو ساتھ لے کر مرا تھا۔

مسلمان ظلمتوں کے رہبر منگولوں کو اپنی تلوار کی نوک سے درسِ آدمیت دے رہے تھے۔ انہوں نے منگولوں کے ولولوں کو لہولہو اور آنکھوں میں زندگی کی بے بسی پھیلا کر رکھ دی تھی۔ لگتا تھا لذتِ بے خودی میں وہ منگولوں پر زندگی بھر کی اذیت اتار لینا چاہتے تھے۔ اچانک

اسلامی لشکر میں ایک ساتھ اللہ اکبر کی مسحور کن صدائیں بلند ہونا شروع ہو گئیں اور اس کے ساتھ ہی جلال الدین کی سرکردگی میں مسلمان لشکری ولوں کے قائد بن کر اپنے حملوں کی تجمل خیز حرکت اور تمکنت و حشمت میں منگولوں کو گناہ کی کھیتی سمجھ کر کاٹنے لگے تھے۔

مسلمان پتھر کی طرح بے اثر ہو کر منگول صفوں میں گھستے چلے گئے تھے۔ ہر طرف ہر سمت منگولوں کی آہ و فغاں اور چیخ و پکار بلند ہونے لگی لیکن مسلمانوں کا یہ جگر سوختہ اور جان لیوا حملہ تھوڑی دیر تک ہی جاری رہ سکا کیونکہ منگولوں کی اکثریت، اس جنگ میں ماری گئی اور جو زندہ بچے وہ اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے ارغون کی سرکردگی میں واپس چنگیز خان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

چنگیز خان روز بروز تک بامیان شہر کے محاصرے میں تقویت پیدا کرتا رہا اور جلال الدین کے میسرہ کا عرب جرنیل اس سے قریب ہی کوہستانوں میں چھپا ان پر گہری نظر رکھے تھا۔ پھر جب چنگیز خان نے شہر پر عام حملے کا حکم دیا اور منگول بامیان شہر پر بھوکے گدھوں کی طرح ٹوٹ پڑے تو میسرہ کا وہ عرب جرنیل اپنی گھات سے نکلا اور اس جگہ حملہ آور ہوا جہاں چنگیز خان اپنے ایک پوتے کے ساتھ حملے کی نگرانی کر رہا تھا۔

میسرہ کا سالار بے صدا سمندر کی طرح حملہ آور ہوا۔ وہ اپنے لشکر کے آگے آگے تھا اور راستے میں آنے والے ہر منگول کو کاٹتا چلا جا رہا تھا۔ اس کے حملوں میں شعلوں کی بیتابی اور دریا کا اضطراب تھا۔ لگتا تھا قدرت نے اسے زمین کو زخم زخم، آسمان کو لخت لخت، صدف کو موتی اور پتھر کو گوہر کرنے کے لیے پیدا کیا ہو۔ اس کے ساتھی بھی راکھ کو چنگاری اور پسینے کو لہو میں بدل دینے کا فرض ادا کر رہے تھے۔ ان کے حملوں میں عظمت و شکوہ کی ترجمانی، شبنم کی آسودگی تھی۔

ایک بار اس عرب جرنیل نے چلا کر کہا۔ "اے جان نثارانِ ملت! آؤ چنگیز خان کی صفوں کو الٹ کر تاریخ کے نئے اوراق کو جنم دیں۔ اسلام کی سربلندی اور قوم کی سرخروئی کے لیے سب سے پہلے میں اپنے آپ کو موت کے لیے پیش کرتا ہوں۔"

اپنے سالار کے ان الفاظ سے میسرہ میں ادراک و وجدان سے ایک آگ سی لگ گئی تھی۔ ایک عام لشکری بھی ایسی سعادت مندی اور خلوص سے حملہ آور ہونے لگا تھا جیسے وہ متاعِ لوح و قلم اور انجمن کن فیکون کے سارے رازوں پر محیط ہو جانے کو نکل کھڑے ہوئے ہوں۔ یہ ایسا زوردار حملہ تھا کہ منگولوں کی صفیں کی صفیں ہل گئیں اور ایسی افراتفری کا عالم طاری ہوا کہ چنگیز خان اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری طرف نکل جانے پر مجبور ہو گیا۔

اس ہنگام وحشت اور افراتفری میں چنگیز خان اپنے پوتے سے بچھڑ گیا اور میسرہ کا عرب سالار اس کے سر پر جا پہنچا۔ اس نے اپنی تلوار مار کر چنگیز خان کے پوتے کی گردن کاٹی پھر اس کا سر اس نے اپنے نیزے کی مدد سے ہوا میں اچھال دیا تھا۔

قبل اس کے کہ چنگیز خان سنبھلتا اور اپنی منتشر صفوں کو درست کر کے وہ حملہ آور کے سامنے کھڑا کرتا جلال الدین کا میسرہ اپنا کام مکمل کر کے مڑا اور اپنی کامیابی پر وہ زمزمہ موج کی طرح ترانہ ملکوتی اور غنائے لاہوتی گاتے اپنی کمین گاہ کی طرف واپس لوٹ گئے تھے۔

چنگیز خان رازِ یزداں بن کر نازل ہونے والے اس لشکر کو انتہائی بے بسی اور لاچارگی سے دیکھتا رہ گیا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد جب اسے خبر ہوئی کہ حملہ آوروں کا سالار اس کے پوتے کو کاٹ کر رکھ گیا ہے، تو اپنے حملوں سے دنیا کے ایک بڑے حصے کو ہلا دینے والے چنگیز خان نے اپنے بال نوچ لیے اور سر پیٹ لیا۔ چنگیز خان ابھی اپنے پوتے کا ماتم ہی کر رہا تھا کہ اس کے تیز رفتار جاسوس خبر لائے کہ ان کے ارغون کو جلال الدین نے عبرت خیز اور ذلت آمیز شکست دی ہے۔ اس خبر سے چنگیز خان بے روغن چراغ کی طرح بجھ گیا اور راکھ کی طرح بکھر کر رہ گیا۔

چنگیز خان ارغون کے شکست دینے کے بعد جلال الدین چاہتا تھا کہ مغرب کی طرف پیش قدمی کرے اور چنگیز خان کو پیش کر رکھ دے۔ اسے چنگیز خان کے مقابلے میں اپنے میسرہ کے سالار کی کامیابی کی بھی خبریں پہنچ گئی تھیں۔ لہٰذا اس کے حوصلے اور بلند ہو گئے تھے۔ لیکن اس موقع پر جلال الدین کے جاسوس ایسی خبریں لائے کہ جلال الدین کو اپنا لائحہ عمل یکسر تبدیل کرنا پڑ گیا تھا اور وہ ایسی جگہ، ایسی گھات اور کمین گاہ سے متعلق سوچنے لگا تھا جہاں وہ منگولوں کے ساتھ آخری اور کامیاب معرکہ لڑ سکے۔ لہٰذا اس نے

فیصلہ کیا کہ اپنے لشکر کو ایک جگہ جمع کرے گا اور کوہستانوں سے اتر کر وہ دریائے سندھ کی وادی میں داخل ہو جائے گا۔ اس کا نظریہ تھا کہ اگر فتح ہوئی تو وہ صحرائے گوبی تک چنگیز خان اور اس کے عساکر کا تعاقب کرتا چلا جائے گا اور شکست کی صورت میں وہ دریائے سندھ کو پار کر کے دہلی کے سلطان کی حدود میں داخل ہو جائے گا۔

یہ ایک تکلیف دہ اور کربناک فیصلہ تھا جو جلال الدین نے انتہائی مجبوری کی حالت میں کیا تھا۔ اس لیے کہ اس کے جاسوس خبر لائے تھے کہ چنگیز خان کا بیٹا تولائی ہرات کی مہم سے فارغ ہو کر اور چنگیز خان کے دو عظیم جرنیل سوبدائی اور جبی نویان مغربی مہمیں نمٹا کر بامیان کے قریب پہنچنے والے ہیں۔

ان جاسوسوں نے یہ خبر بھی دی کہ ان لشکروں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے اور وہ موج در موج بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ کچھ جاسوسوں نے یہ خبر بھی دی کہ منگولوں کا ایک لشکر غزنی کی طرف سے بھی اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔

غلید اور طروب بامیان شہر کے نواح میں کوہستانوں کی ایک چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے اور نیچے وادی میں ان کا لشکر آرام کر رہا تھا۔ پہاڑ کے اوپر جگہ جگہ پہریدار بیٹھے چنگیز خان کے لشکر پر گہری نظر رکھے پہرہ دے رہے تھے تاکہ ان کا لشکر آرام کر سکے اور چنگیز خان کے حملے کی صورت میں پیشگی اطلاع بھی دی جا سکے۔

طروب نے میٹھی میٹھی نگاہوں سے غلید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں منگولوں سے بہت خوفزدہ رہتی تھی۔ میں واقعی یہ سمجھتی تھی کہ یہ ہم پر عذابِ الٰہی ہیں اور جنگوں میں ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن پچھلے روز کی جنگ نے اور گذشتہ رات کے کامیاب شب خون نے میرے خیالات کا رخ موڑ دیا ہے۔ بخدا زندگی میں پہلی بار جہاد میں حصہ لینے کا اس قدر سرور آیا ہے اور پھر پچھلے روز کے حملے میں اپنے میسرہ کے سالار کی شجاعت اور عمدہ کردار نے میرے حوصلوں اور ولولوں کو اور تاب و جلا بخشی ہے۔ بخدا میں اسے دیکھ رہی تھی وہ کسی بھوکے شاہین اور خونخوار عقاب کی طرح چنگیز خان کے پوتے پر جھپٹا اس کی گردن کاٹی اور پھر اپنے نیزے کی انی پر اس نے ہوا میں اچھال دیا تھا۔ واللہ ہمارے میسرہ کے سالار نے منگولوں پر ثابت کر دیا کہ وہ ناقابلِ تسخیر نہیں اور ہم جب چاہیں انہیں زیر کر کے رکھ سکتے ہیں۔ خدا کرے ایک آخری معرکے میں ہم پھر فتح یاب ہوں اور چنگیز خان کو صحرائے گوبی کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیں۔ پھر ہمارے شہروں، قصبوں اور قریوں میں امن سکون اور سلامتی کی صدائیں بلند ہونے لگیں گی۔"

غلید نے دعائیہ انداز میں کہا۔ "اللہ کرے تمہاری یہ خواہش پوری ہو جائے اور ہم ان بھیڑیوں کو ان کے بھٹ کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیں۔"

طروب نے چاہت اور محبت آمیز آواز میں کہا۔ "ایسی صورت میں جنگ سے فارغ ہو کر ہم نیشاپور کا رخ کریں گے اور وہاں مرینہ کے ساتھ پُرسکون زندگی کی ابتدا کریں گے۔"

غلید نے کہا۔ "پہلی جنگ کی نسبت پچھلی رات کے شب خون میں تمہاری کارکردگی زیادہ بہتر تھی۔ میں نے تم پر کڑی نگاہ رکھی تھی۔ بخدا میں نے تمہارے جنگ کرنے کے انداز کو بے حد پسند کیا تھا۔"

طروب جواب میں کچھ کہنے والی تھی کہ نیچے وادی میں ان کے لشکر کے اندر کوچ کے طبل اور نقارے بجنے لگے تھے۔ طروب نے غلید کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی میں پوچھا "یہ نیچے لشکر میں کوچ کے نقارے کیوں بجنے لگے ہیں۔ ہمارا لشکر کدھر روانہ ہونے لگا ہے۔ کیا کہیں حملہ ہونے لگا ہے"۔

غلید نے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "خبر نہیں یہ کوچ کس لیے اور کس سمت ہونے لگا ہے"۔

اتنے میں ایک سپاہی بھاگتا ہوا ان کے پاس آیا اور کہا۔ "لشکر واپس کوچ کر رہا ہے۔ چنگیز خان کا بیٹا تولائی خان اور اس کے جرنیل سوبدائی اور جبی نویان اپنے رکھیں کے لشکروں کے ساتھ اس طرف بڑھ رہے ہیں۔ اپنے لشکر کی ساری قوت مجتمع کرنے کے لیے آقا جلال الدین نے میسرہ کو واپس بلا لیا ہے لہٰذا لشکر ابھی آقا کی طرف کوچ کرے گا"

غلید اور طروب دونوں اٹھ کر نیچے اترنے لگے۔ وہ سپاہی کوہستانوں کے اندر

پیچھے رہنے والے دوسرے جوانوں کو واپسی کی اطلاع کرنے آگے بڑھ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سارا لشکر وادی میں جمع ہو گیا پھر وہ اپنے عرب سالار کے پیچھے پیچھے مشرق کی طرف ان کوہستانوں اور وادیوں کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ جہاں جلال الدین بڑی بے چینی سے اپنے میسرہ کی واپسی کا منتظر تھا۔

جلال الدین کے میسرہ کے چلے جانے سے گو بامیان شہر کے مسلمانوں کا کوئی محافظ و مددگار نہ رہا تھا تاہم شہر میں مقیم لشکر نے بڑی جانفشانی سے کئی روز تک چنگیز خان کا مقابلہ کیا۔ چنگیز خان محاصرے کے طول پر جھلا اٹھا تھا۔ اس لیے کہ قلعے کی فصیل کو توڑنے کے لیے منگولوں نے جو منجنیقیں اور بُرج بنائے تھے وہ جب سنگ باری کے لیے نزدیک جاتے تو شہر کا محافظ لشکر روغن نفت میں ڈوبے آتش گیر تیروں کی بوچھاڑ کر دیتا جس کے باعث منجنیقوں اور لکڑی کے برجوں کو آگ لگ جاتی تھی اور چنگیز خان کا ہر حملہ اور ہر جنگی تدبیر ناکام ہو جاتی تھی۔

اپنی اس پے درپے ناکامیوں پر چنگیز خان نے اپنے لشکر کے مویشیوں کو کاٹ کر ان کی بھیگی ہوئی کھالوں کو اس نے منجنیقوں اور لکڑی کے برجوں پر منڈھوا دیا۔ اس طرح روغن نفت کی آگ سے بچا جا سکتا تھا۔ پھر اس نے شہر پر آخری حملے کا حکم دیا۔

مویشیوں کی کھالیں استعمال ہونے پر شہر کے محافظ دستوں کے آتشی تیر بیکار ثابت ہونے لگے تھے اور شہر کے مسلمان اب چنگیز خان کے سامنے مجبور و بے بس دکھائی دے رہے تھے۔ اس لیے کہ شہر کے اندر موجود چھوٹے سے ایک محافظ کے علاوہ شہر سے باہر قریب و نزدیک کوئی ایسا لشکر، کوئی ایسی قوت نہ تھی جو اس مصیبت و ابتلا کے وقت اُن کی مدد کو پہنچتی۔

اپنے اس آخری حملے کو کامیاب بنانے کے لیے چنگیز خان اپنے سر سے خود اتار کر ان منگولوں کی صفوں میں جا گھسا جو منجنیقوں سے شہر کی فصیل پر سنگ باری کر رہے تھے۔ آخر کار ایک جگہ سے شہر کی فصیل ٹوٹ گئی۔ شہر کے محافظ لشکر نے فصیل کے شگاف کی حفاظت کرنے کی انتہائی کوشش کی لیکن منگول شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

پھر شہر میں وہی کچھ ہوا جو منگولوں کا شیوہ تھا۔ شہر کے اندر ہر جاندار کو تہ تیغ کر دیا گیا یہاں تک محلوں اور کوچوں کو مسمار کر دیا گیا۔

اس شہر میں منگولوں نے اس قدر تباہی مچائی کہ وہ خود بھی اس شہر کو موبلیغ (غم کا شہر) کہنے لگے تھے۔ چنگیز خان نے چند روز یہاں قیام کیا۔ اتنی دیر تک اس کا بیٹا اوغتائی اور جرنیل بھی اپنے لشکروں کے ساتھ وہاں پہنچ گئے تھے پھر اس متحدہ لشکر کے ساتھ اس نے مشرق میں جلال الدین کی طرف کوچ کیا تھا۔

○

اس تلخ حقیقت کے باوجود کہ افغان لشکر مال غنیمت کی تقسیم کے سلسلے میں جھگڑا ہو جانے کی وجہ سے جلال الدین سے علیحدہ ہو کر چلا گیا تھا۔ جلال الدین نے ہمت نہ ہاری اور چنگیز خان پر آخری ضرب لگانے کو تیار ہو گیا۔ اب اس کے پاس صرف تیس ہزار کا لشکر تھا جب کہ چنگیز خان کی معیت میں لاکھوں کا لشکر تھا۔ اپنے تیس ہزار لشکر کے ساتھ جلال الدین دریائے سندھ کی وادی میں داخل ہو گیا۔ جلال الدین نے اپنے لیے ایک ایسے میدان کو چنا جس کی پشت پر موجیں مارتا ہوا دریائے سندھ تھا اور یہاں دریا کا بہاؤ اور پانی اتنا گہرا تھا کہ تیر کر اسے پار نہ کیا جا سکتا تھا۔

اس کا بایاں پہلو ایک بلند اور ناقابل عبور کوہستانی سلسلے سے محفوظ تھا۔ دائیں طرف کی آدھی سمت کو دریائے سندھ ایک لمبا بل کھا کر محفوظ کرتا تھا اور باقی حصے میں بلند ترین کوہستانی سلسلہ تھا جس کے اندر گزرنے کے لیے ایک ہی درہ تھا اور اس درے پر جلال الدین نے اپنے ایک ہزار تیر انداز مقرر کر کے اپنی دائیں طرف کو بھی محفوظ تسخیر بنا لیا تھا۔ اس موقع پر دریا کے سندھ کے کنارے جتنی بھی کشتیاں کھڑی تھیں جلال الدین نے اس نظریہ کے تحت جلا دیں کہ لشکریوں کے دل میں میدان سے منہ موڑ کر دریا کے اس پار بھاگ نکلنے کا خیال پیدا نہ ہو۔ اس طرح اپنے لیے میدان جنگ کا انتخاب کرنے اور اپنے لشکر کو ترتیب دینے کے بعد جلال الدین چنگیز خان کا انتظار کرنے لگا تھا۔

ایک روز صبح سویرے چنگیز خان اپنے ٹڈی دِل لشکر کے ساتھ اس میدان کے

سامنے نمودار ہُوا اور آتے ہی اس نے صفیں درست کرنی شروع کر دیں۔ چنگیز خان اپنے لشکر کے سامنے وسط میں اپنے جنگی نشان کے ساتھ اپنے دس ہزار ذاتی محافظوں کے اندر کھڑا تھا۔ آخر جنگ کی ابتدا ہوئی۔ جلال الدین نے اپنے میمنے کو امین الملک کی سرکردگی میں چنگیز خان کے میسرہ کے مقابلے کے لیے آگے بڑھایا۔

جلال الدین کا میمنہ چنگیز خان کے میسرہ سے کئی گنا کم تھا لیکن امین الملک نے کم تعداد ہونے کے باوجود دستِ اجل اور غم و دُکھ کی یلغار بن کر ایسا زوردار حملہ کیا کہ منگول زوال وفنا پذیر ہو کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اپنے میسرہ کی پسپائی پر جو تولی خان کی سرکردگی میں تھا چنگیز خان کو انتہائی غصہ آیا اور اس نے مسلمانوں پر عام حملے کا حکم دے دیا تھا۔

اب جلال الدین اپنے قلب اور عرب جرنیل اپنے میسرہ کو لے کر آگے بڑھے تھے۔

عرب جرنیل کے میسرہ کے حوصلے پہلے ہی بلند تھے۔ جب اس عرب جرنیل نے لگاتار اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے حملہ آور ہونے کی ابتدا کی تو اس کے لشکری چنگیز خان کے میمنہ کو اپنا ہدف بناتے ہوئے ایک مجاہدانہ انداز میں اپنے قلب و نظر کی تطہیر اور فکر و کردار کی ترتیب کا ثبوت دینے لگے تھے۔ فرزندانِ توحید نفرت کا طوفان اور عناد کی آگ بن کر پرستانِ باطل کی ہولناک یلغار پر چھانے لگے تھے۔

مسلمان مجاہدین عقابوں کی پھڑپھڑاہٹ اور شیروں کی دھاڑ کی طرح اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے ہم آہنگ ہو کر تکبیریں بلند کرتے ہوئے سرکش آندھی، موت کی بے اماں حکمت سیلِ وقت کی طرح آگے بڑھتے رہے اور کہر آلود سمندر اور رعد سے مشابہہ آوازوں کی طرح وہ منگولوں پر چھاتے رہے۔

چنگیز خان اب بھی مطمئن تھا کیوں کہ اس نے اپنے لشکر کو قلب کے طور پر، تولی خان کے لشکر کو میسرہ اور غزنی سے آنے والے لشکر کو میمنہ کے طور پر استعمال کیا۔ ابھی اس کے دو عمدہ جرنیل سوبدائی اور جبی تویان اپنے لشکروں کے ساتھ محفوظ عساکر کے طور پر پڑے تھے ابھی انہوں نے جنگ میں حصّہ لینا شروع نہ کیا تھا اور وہ بائیں طرف گھات میں کھڑے تھے۔

جلال الدین کا عرب سالار اپنے میسرہ کے ساتھ چنگیز خان کے میمنہ کو روندتا اس

upload by salimsalkhan

قلب میں آ داخل ہُوا اور اس طرف آیا جہاں خود چنگیز خان جنگ کر رہا تھا۔

خلید جو میسرہ کے ایک محفوظ جرنیل کی حیثیت سے تھا طروب کے ساتھ اپنے سالار کے پہلو بہ پہلو دشمن سے برسرِپیکار تھا۔ عرب جرنیل دشمن کے قلب میں گھستا ہُوا اس جگہ جا پہنچا جہاں چنگیز خان تھا۔ میسرہ کے اس عرب سالار نے چنگیز خان پر حملہ کر دیا۔ چنگیز خان کے محافظ چاروں طرف سے اُمڈ اُمڈ کر اس کی حفاظت کر رہے تھے لیکن میسرہ کے مجاہدین نے انہیں اپنی تلواروں پر رکھ لیا تھا۔

عرب جرنیل نے جب چنگیز خان پر اپنی تلوار برسائی تو چنگیز خان ایک طرف جُھک کر اپنا آپ بچا گیا لیکن عرب سالار کی تلوار اس کے گھوڑے کی پیٹھ پر گری اور ایسے زور سے گری کہ اسے کاٹتی چلی گئی۔

چنگیز خان کا گھوڑا گر کر مر گیا۔ جب کہ چنگیز خان ایک طرف بھاگ کھڑا ہُوا۔ اس موقع پر جلال الدین بھی یلغار کرتا ہُوا چنگیز خان کے سر پہ جا پہنچا تھا۔ لیکن چنگیز خان کی قسمت اچھی تھی جو وہ بھاگ کر اپنے محفوظ لشکروں میں چلا گیا تھا۔

اس موقع پر جب کہ منگولوں میں شکست کے آثار واضح ہونے لگے اور مسلمان اپنی فتح کے نشے میں آگے ہی آگے بڑھتے جا رہے تھے خلید نے اچانک اپنے قریب دشمن سے جنگ کرتی ہوئی طروب کی کربناک چیخ سُنائی دی۔ خلید نے جب مڑ کر دیکھا تو طروب اپنے گھوڑے سے گر کر پتھریلی زمین پر پڑی تھی اور اس کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔

خلید نے اپنے گھوڑے سے اُتر کر اُسے دیکھا وہ دم توڑ چکی تھی۔ جنگ اپنے عروج پر تھی اور دشمن پسپا ہونے لگا تھا لہٰذا خلید پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے سالار کے ساتھ دشمن سے برسرِپیکار ہو گیا تھا۔

عین اُس وقت جب منگول جنگ سے منہ موڑ کر رزم گاہ سے بھاگنے لگے تھے منگولوں نے اپنی فطری ریاکاری سے کام لیا اور درّے کے محافظ ایک ہزار مسلمان تیر اندازوں کو پکار پکار کر کہنے لگے۔ " منگولوں کو شکست ہو گئی ہے۔ آؤ اب سب مل کر ان کا تعاقب کریں۔ درّے کے محافظوں نے وہی غلطی کی جو جنگِ اُحد کے درّے کے محافظوں نے کی

تھی ۔ جنگِ احد میں درے کے محافظوں کی غلطی کے باعث مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا اور یہاں بھی ان ایک ہزار تیر اندازوں کی غلطی کے باعث مسلمانوں کی عظیم فتح عبرت خیز شکست میں بدل گئی ۔

تعاقب میں شامل ہونے کے شوق میں ان ایک ہزار تیر اندازوں نے درے کو چھوڑ دیا۔ پھر وہی ہوا جس کی امید کی جا سکتی تھی۔ سوبوتائی اور جبی نویان اپنے لشکروں کے ساتھ اس درے کو عبور کر کے مسلمانوں کی پشت پر حملہ آور ہوئے اور ہر طرف انہوں نے ایک کہرام ایک تباہی مچا دی تھی۔ سب سے پہلے میسرہ کا عرب جرنیل ان کا ہدف بنا۔ میسرہ کے جوانوں نے ایک حلقہ بنا کر اپنے عرب جرنیل کی حفاظت شروع کر دی تھی لیکن منگولوں نے اس حلقے کو تیزی سے کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ خلید اس حلقے میں پیش پیش تھا، لہٰذا وہ بُری طرح زخمی ہوا اور اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔ بغداد کے وہ دونوں سپاہی جن کی خلید نے نیشاپور سے شمال میں مدد کی تھی زخمی خلید کو اٹھا کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے میسرہ کا عرب سالار بھی اپنے بچے کھچے لشکریوں کو لے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اب ان گنت منگولوں نے جلال الدین اور امین الملک کے لشکروں کو چاروں طرف سے گھیر کر کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ امین الملک بھی اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ عرب جرنیل کی طرح میدانِ جنگ سے بچ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ تاہم جلال الدین کا تقریباً سارا لشکر کٹ مرا اور وہ بچارا دریائے سندھ کی طرف بھاگا۔ چنگیز خان نے اپنے دستوں کے ساتھ جلال الدین کا تعاقب کیا اور اس نے حکم دیا کہ جلال الدین کو زندہ گرفتار کیا جائے لیکن انہیں ناکامی اور مایوسی ہوئی دریا کے کنارے جا کر بیس فٹ کی ایک بلند چٹان پر کھڑے ہو کر جلال الدین نے اپنے گھوڑے سمیت دریائے سندھ میں چھلانگ لگا دی تھی ۔

جلال الدین کی اس جرأت و دلیری پر چنگیز خان انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا تھا اور بے ساختہ اس نے پکارا۔ "وہ باپ خوش قسمت ہے جس کا جلال الدین جیسا بہادر بیٹا ہو بہادر خوارزم شاہ کے ہاتھ ایسے ہی شیر دل بیٹے کو جنم لینا چاہیے تھا۔ کاش یہ میرا بیٹا ہوتا۔ پھر چنگیز خان نے اپنے لشکریوں کو پکار کر کہا۔ "دریائے سندھ کی اس وادی میں جلال الدین یقیناً

ہمیں شکست دے چکا تھا لیکن اس کے ایک ہزار تیر اندازوں کی غلطی اور حماقت نے اس کی عظیم فتح کو شکست میں بدل دیا۔" چنگیز خان دیر تک وہاں کھڑا ہو کر جلال کو دیکھتا رہا۔ جب جلال الدین دریا کے دوسرے کنارے چڑھ گیا تو وہ واپس مڑ کر گیا ۔

وہ دونوں جوان خلید کو میدانِ جنگ سے باہر نکال لے گئے تھے اور نرم زمین پر لا کے لٹا دیا تھا۔ خلید بُری طرح زخمی تھا اور سخت تکلیف کی حالت میں تھا۔ ایک جوان نے اپنے مشکیزے سے پانی لے کر اس کا منہ دھویا اور خلید نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں چند گھڑیوں کا مہمان ہوں اگر تم بچ نکلو تو اس لڑکی تک میری موت کی خبر پہنچا دینا جو اس وقت میرے ساتھ سفر کر رہی تھی جب میں نے نیشاپور کے شمال میں تمہاری مدد کی تھی ۔

وہ اپنے نانا کے پاس رہتی ہے اس کا نام مرینہ ہے۔ اس کے نانا کا نام ابی سلوم ہے اور وہ کمان گروں کے بازار میں رہتا ہے۔" چند ثانیوں تک خلید خاموش رہا پھر اس نے انتہائی کرب میں کہا۔ "دریائے دجلہ سے کابل تک پھیلی وہ قوم جو کبھی زبردستوں کیلئے ہیبت گاہ اور زیردستوں کے لیے پناہ گاہ ہوا کرتی تھی بے غرضی اور غفلت کی گہری نیند سوئی ہوئی ہے۔ کاش کوئی پاسدارِ نظر اور عقابی نگاہوں کا پاسبان اسے جگاتا۔ ربِ لم یزل کی قسم اگر میری قوم جاگ رہی ہوتی تو ہم رزم گاہوں میں منگولوں کو خار خار اور ان کے جنگی جذبوں کو تار تار کر دیتے۔ ہائے حیف میری قوم کی شفقِ شمائل، بہارِ شمیم اور بے خمار و سرشار صبحیں ہجرِ شب میں بدل گئی ہیں۔ قوم کے یہ زخم تو کبھی بھر ہی جائیں گے پر داغ تو نہ مٹیں گے۔ جب تم نیشاپور جاؤ تو اس لڑکی سے کہنا ہم شاید دریا کے کناروں کی طرح بے میل تھے۔ اسے کہنا ——— اسے کہنا کہ وہ ———

ایک جوان نے تڑپ کر خلید کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ خلید ختم ہو چکا تھا۔ ان دونوں نے جلدی جلدی گڑھا کھود کر خلید کو وہاں دفن کر دیا اور اپنی جان بچانے کی خاطر وہ وہاں سے کوچ کر گئے تھے ۔

ایک روز مرینہ کے نانا ابی سلوم کی حویلی کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ اس کا ماموں گھر پر نہ تھا لہٰذا اس کا نانا لاٹھی ٹیکتا ہوا گیا اور دروازہ کھولا۔ باہر وہی دو نوجوان کھڑے تھے جنہوں نے خلید کو دفن کیا تھا۔

ابی سلوم نے پوچھا: "تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

ان میں سے ایک نے کہا۔ "ہم میدانِ جنگ سے آئے ہیں اور ہمارے پاس مرینہ بہن کے لیے امیر خلید کا ایک پیغام ہے۔"

ابی سلوم نے پوچھا۔ "جنگ کا کیا ہوا؟"

اس جوان نے کہا: "ہم ہار چکے ہیں۔ ہم یہاں سے کوچ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ مرینہ بہن کو بلائیں تاکہ ہم اسے پیغام پہنچا کر اور سبکدوش ہو کر روانہ ہو جائیں۔"

مرینہ بھی ان کی گفتگو سن چکی تھی لہٰذا وہ ابی سلوم کے بلانے سے قبل ہی ان دونوں کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ ان میں سے ایک نے مرینہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے میری بہن ہمیں دکھ ہے ہم تمہارے لیے بُری خبر لائے ہیں۔ ہمیں شکست ہوئی ہے اور امیر خلید جنگ میں کام آ چکے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے کوچ کر گئے۔

مرینہ بچاری گرتے گرتے بچی۔ پہلے وہ سسکی پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ ابی سلوم پریشان اور غمزدہ ہو گیا تھا۔ شام کی سیاہی پھیلنے لگی تھی، ابی سلوم مرینہ کو سہلا دے کر اندر لے جا رہا تھا۔ مرینہ بلند آواز میں اور دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو یوں جاری تھے جیسے بھادوں میں ندیاں جل تھل ہو گئی ہوں۔